بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

# ماہنامہ اشرفیہ

مبارک پور

زیرِ سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۴ شمارہ ۴

اپریل ۲۰۲۰ء

شعبان ۱۴۴۱ھ

## مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

## مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی

### ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

**THE ASHRAFIA MONTHLY**

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

### چیک اور ڈرافٹ

بنام

ASHRAFIA MONTHLY

بنوائیں

کوڈ نمبر ——— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ——— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ——— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25 امریکی ڈالر $ 20 پونڈ £

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

**نوٹ:** آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

# نگارشات


| | | | |
|---|---|---|---|
| ہدیہ تشکر | از حضرت علامہ عبد الحفیظ عزیزی، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ | | ۳ |
| اداریہ | رمضان المبارک، لاک ڈاؤن اور مدارس | مبارک حسین مصباحی | ۴ |

**تحقیقات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| فقہی تحقیق | لاک ڈاؤن میں جمعہ والے فتویٰ کے دلائل، مضمرات اور درخشاں پہلو | مفتی محمد نظام الدین رضوی | ۸ |

**فقہیات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| آپ کے مسائل | کورونا وائرس میں فوت ہونے والے شخص کے غسل اور نمازِ جنازہ کا حکم | مفتی محمد نظام الدین رضوی | ۱۴ |

**نظریات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| فکر امروز | محوِ حیرت ہوں یہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔ | مہتاب پیامی | ۱۹ |

**رضویات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| ختم نبوت | ختم نبوت کے تحفظ میں امام احمد رضا کا کردار | سید صابر حسین شاہ بخاری قادری | ۲۴ |

**صوفیات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| ربطِ باہم | خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف، تعلقات و روابط | مولانا محمد عابد چشتی | ۲۷ |

**ماحولیات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| پیغامِ فطرت | شجرکاری کے سماجی اور معاشرتی فوائد | مولانا محمد طفیل احمد مصباحی | ۳۲ |

**بزم دانش**

| | | | |
|---|---|---|---|
| فکر و نظر | کورونا وائرس | مولانا محمد کونین نوری مصباحی/جاوید اختر بھارتی | ۳۸ |

**ادبیات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| نقد و نظر | سیرت النبی ﷺ | تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی | ۴۲ |
| خیابانِ حرم | نعت و منقبت | مہتاب پیامی/ازہر القادری | ۴۴ |

**وفیات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| سفرِ آخرت | مولانا معین الحق علیمی مصباحی نہ رہے.................................مولانا محمد عبد المبین نعمانی | | ۴۵ |
| | مے خانۂ عزیزی کا ایک گم نام ساقی نہ رہا.................................مولانا محمد شہروز مصباحی | | ۴۶ |
| | فضا خموش، سبو چپ، اداس پیمانے/تلمیذ حضور حافظ ملت مولانا قاری آفتاب عالم مصباحی/حافظ احمد رضا مصباحی علیہ الرحمۃ/سراج الفقہا کے برادرِ گرامی کے وصال پر جامعہ اشرفیہ میں تعزیتی نشست/مولانا معین الحق علیمی کا وصال/آہ! حضرت مولانا قاری عظیم نقشبندی/آہ مولانا حافظ عبد الغفار نوری بابا/آہ حضرت پیر سید عظمت علی شاہ بخاری/حضرت خواجہ پیر ابوالخیر محمد عبد اللہ جان/آہ مولانا محمد معین الحق علیمی/حضرت سید شمس الزماں غوثی علیہ الرحمۃ/ | | ۴۷ |

**مکتوبات**

| | | | |
|---|---|---|---|
| صدائے بازگشت | سید صابر حسین شاہ بخاری قادری/مبارک حسین مصباحی/سید صابر حسین شاہ بخاری قادری | | ۵۳ |

**سرگرمیاں**

| | | | |
|---|---|---|---|
| خیر و خبر | شراب باعثِ شفا نہیں بلکہ مکمل بیماری ہے/مجلہ الخاتم کی اشاعت ثانیہ/فاخر جلال پوری پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض/تین روزہ عرس سرکارِ کلاں | | ۵۵ |

# ہدیۂ تشکر

از: جانشینِ حضور حافظِ ملت حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ دامت برکاتہم القدسیہ

اگر جواں ہوں میری قوم کے جسور و غیور
قلندری میری کچھ کم سکندری سے نہیں

جامعہ اشرفیہ مبارک پور، بر صغیر ہند و پاک کی ایک عظیم دانش گاہ ہے جو قوم و ملت کی فلاح و بہبود اور شمعِ دینِ مصطفیٰ ﷺ کو روشن کرنے کا گراں قدر فریضہ انجام دے رہا ہے۔ دینی و عصری علوم سے ہم آہنگ جامعہ اشرفیہ کے ہمہ رنگ شعبہ جات کے نظم و نسق میں عظیم سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے جو ماہِ رمضان میں ہمدردانِ قوم و ملت کی خصوصی اعانت سے پوری ہوتی ہے مگر عالمی وبا کرونا وائرس اور لاک ڈاؤن کے باعث مدارس سُفَرا و محصلین کا نکلنا اور معاونین سے ملنا ناممکن تھا، ایسے وقت میں ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے اہلِ سنت و جماعت کے اربابِ خیر اور محبینِ اشرفیہ نے جو مالی تعاون پیش کیا اسے ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ آپ کے تعاون سے ہمارے چہرے پر خوشی کی لہر اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو موجزن ہو گئے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر ادارہ کے قدیم و جدید فارغ التحصیل علما نے اخلاص و وفا کا جو ثبوت پیش کیا وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

آپ کی غیرت دینی نے ہمارے حوصلوں کو بلند کیا ہے اور ہم اب ایک نئے عزم کے ساتھ کاروانِ اشرفیہ کے ساتھ جادہ پیما ہو رہے ہیں۔

دعا ہے کہ خدائے پاک آپ کی یہ خدمات دینی قبول فرمائے اور آپ حضرات کو دارین میں اس کا بہتر صلہ مرحمت کرے، ہر طرح کی بلاؤں، وباؤں سے محفوظ رکھے، آپ سب کو شادماں اور ترو تازہ رکھے۔ آمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ أجمعین۔

مورخہ:
۹؍ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ
۲؍ جون ۲۰۲۰ء سہ شنبہ

(عبد الحفیظ عفی عنہ)
سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

اداریہ

# رمضان المبارک، لاک ڈاؤن اور مدارس

## ہند کا عظیم ادارہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مبارک حسین مصباحی

بفضلہ تعالیٰ، اس وقت رمضان المبارک کی بہاروں کا موسم ہے، اس ماہِ مبارک میں پوری دنیا پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، خاص طور پر روزہ دار مسلمان اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں، شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، افطار و سحری میں مسلمانوں کو گوناگوں نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ جو دوسرے روزہ داروں کو افطار کراتے ہیں اللہ انھیں بھی اجر جزیل سے مالامال فرماتا ہے، رسولِ کریم ﷺ کی سنتوں پر بھی خوب خوب عمل ہوتا ہے، سرکار ﷺ کی رحمتوں کی بھی بھرپور جلوہ نمائی ہوتی ہے۔

مگر افسوس! امسال رمضان المبارک سے قبل وبائی بیماری کورونا وائرس پوری دنیا میں پھیل چکا تھا، چین کے صوبہ ہوبئی کے ایک شہر ووہان میں ۴/ دسمبر ۲۰۱۹ء میں ظاہر ہوا اور اب یہ جان لیوا وائرس دنیا بھر میں وبا کی طرح پھیل چکا ہے۔ امریکہ، برازیل، اٹلی، برطانیہ، ہالینڈ، کوریا، اسرائیل، جاپان، اسپین، تھائی لینڈ، ایران، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش وغیرہ۔ خود ہندوستان میں بھی اس کی تعداد کافی بڑھ چکی ہے۔ اس وبائی مرض کی وجہ سے ملک بھر میں لاک ڈاؤن ہے اور پازیٹیو مریضوں کی تعداد کے اعتبار سے متعدّد علاقوں کو سیل بھی کر دیا گیا ہے۔

### کورونا اور طاعون:

کورونا وائرس طاعون کی طرح وبائی مرض ہے، بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے:

عَنْ سَعْد رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ، قالَ: اِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا وَاِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا. (بخاری، رقم:۵۳۹۶)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم کسی علاقے میں طاعون کے بارے میں سنو تو اس میں نہ جاؤ اور کبھی علاقے میں طاعون پھیل جائے اور تم اس میں ہو تو اس سے نہ نکلو۔

اس حدیث رسول ﷺ کو حضرت امام بخاری کے ساتھ حضرت امام مسلم نے بھی روایت فرمایا ہے اور دونوں کی تصحیح حاصل ہے، سند کے اعتبار سے یہ ایک قوی حدیث ہے۔

اب ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے

فَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عنْهَا قالت: سألت رسول اللہ ﷺ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِی اَنَّهٗ: عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلیٰ مَنْ يَشَاءُ، وَاَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ، لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِی بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَنْ يُصِيْبَهٗ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ. (اخرجه البخاری، کتب الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا تو آقا ﷺ نے فرمایا: کہ وہ عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے، بھیجتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے رحمت بنا دیا ہے، تو جو شخص طاعون پھیلنے کے وقت اپنے شہر میں صبر اور احتساب نفس کرتا ہوا ٹھہرا اسے وہی پہنچے گا جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کے لیے شہید کی مثل اجر ہے۔

مفسر شہیر حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"طاعون کفار پر عذاب ہے جو کافر اس میں مرے گا وہ عذاب کی موت مرے گا اور صبر کرنے والا مسلمان خواہ وہ طاعون میں فوت ہو جائے یا بعد میں جب بھی مرے گا درجۂ شہادت پائے گا۔" (ملخصاً، مرآۃ المناجیح، ۱۴۴/۲)

در اصل یہ دونوں ہی (طاعون اور کورونا) وبائی امراض ہیں، اسی طرح دیگر وبائی امراض بھی ہیں۔ طبیبِ کائنات، مصطفٰی جانِ رحمت ﷺ نے یہ قاعدۂ کلیہ سب کے لیے بیان فرمایا ہے۔ مگر ہوا یہ کہ عام طور پر دنیا کے حکمراں احادیث نبویہ اور اسلامی اصولوں سے دور اور بیزار ہیں، بلکہ بعض تو شدید مخالف ہیں اور جو مسلم حکمراں ہیں بھی ان میں بہت سے ان ارشادات رسول کریم ﷺ سے پورے طور پر واقف نہیں، اس لیے اس ارشادِ رسول پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا، طبِ نبوی کی تو جدید سائنس بھی تائید کرتی ہے، خیر وجہ جو بھی ہو، جہاں جہاں اس ضابطے پر عمل کیا گیا، وہاں وہاں زبردست فائدے پہنچے، عام طور پر وہ علاقے کورونا کی وبا سے بڑی حد تک محفوظ رہے۔

## رمضان میں صدقات وعطیات:

یہ تو اسلام کا طے شدہ فیصلہ ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایک نیکی کے بدلے ستر عطا فرماتا ہے، اور پھر اس کے خزانۂ قدرت میں کمی کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور مدنی داتا جی بھر کے بانٹتے ہیں۔ خود ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ } [سورہ آلِ عمران، آیت: ۳۸]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب عطا فرماتا ہے۔

دنیا کے مسلمان انھیں دینی فوائد کے پیشِ نظر زکوٰۃ، صدقات اور خیرات رمضان المبارک میں نکالنے کا اہتمام زیادہ کرتے ہیں۔

رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات کی فضیلت کا علم ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ سے ملتا ہے:

(۱)- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں صدقہ کرنا افضل ہے۔ (ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی فضل الصدقۃ، ۴۳/۲، رقم: ۲۶۶۲)

(۲)- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے، رمضان میں جب حضرت جبریل امین علیہ السلام کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوتی تو آپ ﷺ بہت زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی ملاقات کے وقت تو آپ ﷺ کی سخاوت تیز ہوا کے جھونکے سے بھی بڑھ جاتی۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب اجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان ۶۷۲/۲)

## ہند کے دینی مدارس:

اس وقت ہم بات کریں گے ہندوستان کے دینی مدارس کی جن میں حیلۂ شرعی کے بعد زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ان مدارس کے ذمہ داران اپنے سفرا کو زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لیے ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں میں روانہ کرتے تھے اور ماشاء اللہ اہلِ خیر حضرات دل کھول کر تعاون بھی فرماتے تھے۔ ان علاقوں میں خاص طور پر ممبئی، بھیونڈی، سورت اور احمد آباد وغیرہ ہیں جب کہ صوبوں میں مہاراشٹر، گجرات، راجستھان، دہلی، مدھیہ پردیش، اتر پردیش، کرناٹک اور مغربی بنگال وغیرہ ہیں۔ عام طور پر ان علاقوں میں لاک ڈاؤن ہے اور بعض مقامات کو سخت سیل کر دیا گیا ہے۔

مدارس کے سفرا، اراکین اور اساتذہ کا نکلنا بہت مشکل ہے، معاونین کے ایڈریس بھی سب نہیں ہیں اور جن کے ہیں بھی تو ڈاک کا نظام مکمل بند ہے، موبائل سے رابطے ہو سکتے ہیں، مگر معاونین کے نمبر بھی سب کے نہیں ہیں، ہاں چند حضرات سے گفتگو ہو بھی جائے تو اس سے بھی کام بنے گا مگر کتنا؟ آج کی نشست میں ہم انھیں چند باتوں کے تعلق سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

ہندوستان میں ہزاروں مدارس ہیں جن میں لاکھوں بیرونی طلبہ ہاسٹلوں میں مقیم رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں۔ عام طور پر مدارس میں طالبانِ علومِ دینیہ کو مفت تعلیم، مفت طعام اور مفت قیام کا نظم ہوتا ہے، بلکہ کتابوں کا بھی مفت اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ سارے اخراجات کوئی معمولی نہیں ہوتے ہیں۔ یہ مدارس خاص طور پر اتر پردیش میں ہیں، اس میں کوئی شبہہ نہیں۔ صوبہ بہار، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں بھی قابلِ ذکر مدارس ہیں، دیگر صوبوں میں مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک، ایم پی، کشمیر، راجستھان، کیرلا اور اڑیسہ وغیرہ۔ ہم خاص طور سے اپیل کریں گے ان مدارس، دار

العلوموں اور جامعات کے معاونین سے کہ وہ خود بھی حسب سابق تعاون فرمائیں اور اپنے احباب ومتعلقین سے بھی آن لائن تعاون کرائیں۔

## اوراب جامعہ اشرفیہ مبارک پور:

اب ہم روئے سخن موڑیں گے جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ یوپی، انڈیا کی طرف۔ یہ جامعہ بفضلہ تعالیٰ ہندوستان کا سب سے بڑا تعلیمی وتربیتی ادارہ ہے۔ قریب پچپن ایکڑ زمین پر اس کی عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اٹھارہ سو سے زائد طلبہ باضابطہ ہاسٹل میں رہتے ہیں۔ غیر ملکی طلبہ کے لیے فارن ہاسٹل ہے، جب کہ دیگر شعبوں میں طلبہ کی تعداد دس ہزار سے بھی زائد ہے۔ پورے سال مسلسل مختلف مقامات پر تعمیری کام جاری رہتے ہیں۔ اسی طرح قدیم عمارتوں کی حفاظت، مستقل کا پانی کا اہتمام کرنا، پانی کے لیے ایک بڑی ٹنکی ہے جس کے لیے مستقل ٹیوب ویل ہیں، متعدّد چھوٹے بڑے جنریٹروں کا نظم ہے، ان کے لیے بڑی مقدار میں تیل کی فراہمی، یہ سب مستقل اخراجات ہیں، ایک متوسط درجے کے انسان کو دو چار افراد کا گھر چلانا مشکل ہوتا ہے، جب کہ یہاں تو ہزاروں کے قیام وطعام کا مستقل انتظام کرنا ہوتا ہے۔ یہ سب فیوض وبرکات ہیں بزرگانِ دین کے، خاص طور پر سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ۔ جن کے احاطۂ مزار اقدس میں حضور حافظِ ملت محدث مرادآبادی نے اپنی زندگی کے نوسال حصولِ تعلیم میں گزارے۔ دار العلوم عثمانیہ معینیہ میں آپ نے علومِ دینیہ کا درس لیا اور خانقاہ معینیہ سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا، سلسلۂ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے اسمِ گرامی کی نسبت سے "جامعہ اشرفیہ" ہے۔

جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تو ۱۹۳۴ء میں بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور تشریف لائے، اس وقت ادارے کی حیثیت ایک مکتب کی تھی۔ مجدد سلسلۂ اشرفیہ شیخ المشائخ حضور سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین کی آماجگاہ مبارک پور کی سرزمین تھی۔ حضور محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی اور حضور صدر الشریعہ اعظمی بحیثیت اکابر کبھی کبھی تشریف لاتے تھے، بریلی شریف سے سرکار مفتیِ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ اور مشائخ مارہرہ مطہرہ وغیرہ اکابر اہلِ سنت کی مکمل سرپرستی آج تک قائم ہے۔

انھیں بزرگانِ دین کے فیوض وبرکات ہیں کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ایک سے ایک یگانۂ روزگار شخصیات پیدا ہوئیں، فتاویٰ رضویہ کی اکثر جلدوں کے مرتب حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی، اشرف الاولیا حضرت علامہ سید مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، مصلحِ ملت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین کراچی، شیخ طریقت علامہ سید شاہ محمد کمیل اشرف اشرفی جیلانی، کچھوچھہ مقدسہ، اشرف العلما حضرت علامہ سید محمد حامد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھہ مقدسہ، قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ ارشد القادری، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی، حضرت علامہ بدر الدین رضوی مصباحی، استاذ القرا حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ امجدی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی وغیرہ۔

اس عظیم جامعہ کی مکمل سربراہی فرما رہے ہیں جانشینِ حضور حافظِ ملت حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں محترم المقام الحاج سرفراز احمد مدظلہ العالی۔ ان دونوں کی سربراہی اور نظامت میں ادارہ مسلسل ترقی کر رہا ہے۔

ناظمِ تعلیمات کے عظیم منصب پر فائز ہیں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی جب کہ صدر المدرسین کی وقیع ذمہ داریاں پوری فرما رہے ہیں سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی جب کہ دیگر بلند پایہ اساتذۂ علوم وفنون بھی قابلِ صد افتخار ہیں۔

تحریر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جامعہ اشرفیہ ملک بھر کا سب سے عظیم دینی ادارہ ہے، اس کی تعلیمی اور تعمیری ضروریات بھی زیادہ ہیں، ان حالات میں ہم بڑے ادب سے گذارش کرتے ہیں کہ جہاں تک ہماری آواز پہنچے وہ آن لائن رقم بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائیں، صرف اپنی نہیں بلکہ اپنے متعلقین اور اپنے اعزہ واقارب کو بھی متوجہ فرمائیں۔ خاص طور پر ہم بات کریں گے فرزندانِ اشرفیہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج جہانِ سنت میں ان کی منفرد حیثیت ہے، وہ ملک اور بیرون ملک اپنی گراں قدر خدمات سے پہچانے جاتے ہیں، ہمیں ان کی دینی خدمات کا بھی احساس ہے، مگر اپنے مادرِ علمی کا بھی ان پر بنیادی حق ہے اور اپنے علاوہ کم از کم دس دس افراد سے بھی رابطہ فرمائیں تو کرم بالائے کرم ہوگا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس سلسلے میں پیش رفت ہوئی ہے، مگر ہمیں ناموں کے ذکر کرنے سے روکا گیا ہے، ہوسکتا ہے جن کا نام ہم ذکر کریں، کچھ لوگ اور بھی اسی طرح یا اس سے زیادہ کرنے کا ارادہ کر چکے ہوں۔

# چند علما و مشائخ جودار فنا کو چھوڑ کر دارِ بقا کی جانب رخصت ہو گئے:

گذشتہ مہینوں میں چند بلند پایہ شخصیات اور چند دیگر معزز حضرات اس دنیا سے رخصت ہو گئے، ہم نے یکے بعد دیگرے ان شخصیات کے وصال پر ملال پر کلمات استرجاع پڑھے اور چند سورتیں تلاوت کر کے ان کے لیے ایصال ثواب کیا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ مولا تعالیٰ اپنے حبیب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرتے ہوئے انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقامات عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

در اصل ان تمام حضرات پر لکھنا اور مختصر صفحات میں ان کی اشاعت مشکل ہے، اس لیے بر وقت ہم ان کے اسمائے گرامی کی فہرست پر اکتفا کرتے ہیں۔ چند شخصیات کے تذکار "وفیات" کے کالم میں آ گئے ہیں اور مزید بھی آتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱)- حضرت مولانا ذکیر الدین عزیزی مصباحی علیہ الرحمہ، موہنا چوکی، کدوا، کٹیہار۔
[ولادت: ۵/ مارچ ۱۹۵۳ء- وصال: ۱۷/ مارچ ۲۰۲۰ء]

(۲)- محسنِ ملت حضرت علامہ محمد محسن نظامی مصباحی علیہ الرحمہ، سابق شیخ الحدیث دار العلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ۔
وطن قصبہ مہنداول، سنت کبیر نگر
[ولادت: ۳/ ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ - ۵/ اگست ۱۹۵۱ء/ وصال: ۲۵/ شعبان ۱۴۴۱ھ - ۲۰/ اپریل ۲۰۲۰ء]

(۳)- محدث جلیل علامہ شیخ سید نور الاسلام ہاشمی حنفی، چاٹگامی، بنگلہ دیشی علیہ الرحمہ۔
[وصال: ۹/ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/ ۲/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۴)- حضرت مولانا مفتی عبد الستار مصباحی شیخ الحدیث جامعہ قادریہ اشرفیہ، چھوٹا سونا پور، ممبئی۔
[وصال: ۸/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۵)- حضرت مولانا قاری آفتاب عالم مصباحی، سابق خطیب و امام رسول مسجد، ممبئی۔
[وصال: ۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ مطابق ۴/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۶)- استاذ القرا حضرت مولانا قاری ابو الحسن مصباحی علیہ الرحمہ، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
[ولادت: ۱۵/ جنوری ۱۹۵۴ء/ وصال: ۱۵/ رمضان ۱۴۴۱ھ - ۸/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۷)- حافظ احمد رضا مصباحی، محلہ نوادہ مبارک پور۔
[وصال: ۲۲/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ ۱۶/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۸)- حضرت مولانا معین الدین عزیزی مصباحی، سابق ناظمِ اعلیٰ جامعہ اظہار العلوم، نیا بازار، جہانگیر گنج، امبیڈکر نگر۔
[وصال شب ۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۷/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۹)- معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ صدر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔
[ولادت: ۱۵/ مارچ ۱۹۵۹ء/ وصال: ۲۹/ رمضان ۱۴۴۱ھ - ۲۳/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۱۰)- حضرت خواجہ پیر ابو الخیر محمد عبد اللہ جان محی الدین نقش بندی علیہ الرحمہ، پشاوری پاکستان۔
[ولادت: ۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ - ۱۷/ فروری ۱۹۳۸ء/ وصال: ۲۹/ رمضان ۱۴۴۱ھ/ ۲۳/ مئی ۲۰۲۰ء]

(۱۱)- مفسر قرآن، شیخ الحدیث، مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ عبد الرزاق چشتی بھترالوی علیہ الرحمہ
[وصال: ۱۹/ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ/ مطابق ۱۰/ جون ۲۰۲۰ء]

*****

# لاک ڈاؤن میں جمعہ والے فتویٰ کے دلائل، مضمرات اور درخشاں پہلو

مفتی محمد نظام الدین رضوی

[ہم نے اپنے موقف پر نظر ثانی کرلی، وہ الحمد للہ حق ہے، صرف تشریح و تفہیم کی حاجت ہے۔]

**فقہا** کی عبارتوں کے اشارات و مضمرات میں جب کبھی تنہائیوں میں یک سوئی کے ساتھ غور فرمائیے تو ان کے ایسے درخشاں جلوے سامنے آتے ہیں کہ طبیعت جھوم اٹھتی ہے اور دل فرحت و کشادگی کے ساتھ یہ اعتراف کرتا ہے کہ واقعی یہ ”دُرّ مختار“ ہیں، یا ”مجمع الانہُر“ یا ”فتح القدیر“ یا ”عطایانبویہ“ وغیرہ، وغیرہ۔

ہم یہاں نہ سب کا احاطہ کرسکتے ہیں، نہ وقت میں سب کے شرح و بیان کی گنجائش ہے، اس لیے ہم ان کی عبارتوں کے صرف ایک پہلو کے جلوے دِکھاتے ہیں۔

کورونا وائرس (کووِڈ COVID-19) کے خوف زدہ ماحول میں سماجی فاصلہ رکھنے اور بھیڑ بھاڑ سے بچنے کے لیے ۲۵/ مارچ سے لاک ڈاؤن اور دفعہ ۱۴۴ سختی کے ساتھ نافذ ہے جس کا اطلاق بلا امتیاز تمام عبادت گاہوں پر بھی ہوتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر پولیس کے ذریعہ زدو کوب، ذلت و رسوائی اور گرفتاری و قانونی کارروائی کے خوفناک حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب کہ لوگوں کا شوقِ جمعہ انھیں مساجد کی طرف کھینچے لیے جاتا ہے اس لیے یہ سوال پورے مسلم سماج میں موضوع گفتگو ہو گیا کہ اب جمعہ کیسے ادا ہوگا، دروازہ بند کرکے جمعہ کی نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

اس بارے میں دو طرح کے فتوے سامنے آئے:

**پہلے فتوے** میں یہ بتایا گیا ہے کہ جمعہ کے وقت دروازہ کچھ کھلا رہ سکے تو بہتر ہے، ورنہ دفعِ ضرر کے لیے بند بھی کرسکتے ہیں اور جمعہ صحیح ہوگا۔

**دوسرے فتوے** میں کہا گیا ہے کہ دروازہ بند ہونے کی صورت میں جمعہ صحیح نہیں ہوگا کہ صحت جمعہ کے لیے اذن عام شرط ہے اور دروازہ بند کرنے سے یہ شرط نہیں پائی جاتی۔

جواز والا فتویٰ راقم الحروف کا ہے جس کے دلائل پر کچھ احباب کو کلام ہے اس لیے ہم ان دلائل کی تشریح و تفہیم کرتے ہیں۔

**پہلی دلیل:** مسجد سے **ممانعت کی بنیاد** نماز یا جماعتِ نماز ہو تو یہ اذنِ عام کے منافی ہوگی۔ اور اگر **اس کی بنیاد** فتنے یا دشمن سے ضرر کا اندیشہ ہو تو وہ اذن عام کے منافی نہ ہوگی، لہٰذا جمعہ صحیح ہوگا اور موجودہ حالات میں لاک ڈاؤن اور دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی بنیاد مُہلک وائرس سے اندیشۂ ضرر ہے، نماز و جماعتِ نماز نہیں ہے لہٰذا بابِ مسجد بند ہونے کی صورت میں بھی نمازِ جمعہ صحیح و درست ہوگی۔

در مختار میں ہے:

فَلَا يَضُرُّ غَلْقُ بَابِ الْقَلْعَةِ لِعَدُوٍّ أَوْ لِعَادَةٍ قَدِيمَةٍ لِأَنَّ الْإِذْنَ الْعَامَّ مُقَرَّرٌ لِأَهْلِهِ وَغَلْقُهُ لِمَنْعِ الْعَدُوِّ لَا الْمُصَلِّي، نَعَمْ لَوْ لَمْ يُغْلَقْ لَكَانَ أَحْسَنَ كَمَا فِي مَجْمَعِ الْأَنْهُرِ مَعْزِيًّا لِشَرْحِ عُيُونِ الْمَذَاهِبِ. اھ (الدر المختار على هامش رد المحتار ج:۱، ص:۶۰۱، باب الجمعة)

ترجمہ: کسی دشمن (کے اندیشہ) یا قدیم تعامل کی وجہ سے قلعہ کا دروازہ بند کرنا اذن عام میں مضر نہیں ہے اس لیے کہ اذن عام اہل شہر کے لیے برقرار ہے اور دروازہ بند کرنا دشمن کو روکنے کے لیے ہے، نہ کہ نمازی کو روکنے کے لیے، ہاں! اگر دروازہ بند نہ کیا جائے تو زیادہ اچھا ہے جیسا کہ مجمع الانہُر میں شرح عیون المذاہب سے ہے۔

اس پر کلام یہ کیا گیا ہے کہ دشمن کے حملے کا یقین یا ظن غالب ہو تو دروازہ بند کرنا جائز ہوگا اور یہاں تو نمازیوں میں کورونا وائرس کا وجود محض موہوم ہے، لہٰذا اس کی بنا پر دروازہ بند کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

**تشریح و تفہیم:** (الف) اس بے مایہ نے یہ سمجھا کہ یہاں ”دشمن کے اندیشہ“ سے مراد دشمن کے آجانے کا شک ناشی عَن دلیل ہے، ظن غالب

نہیں، کیوں کہ شرح عیون المذاہب، مجمع الانہر، اور در مختار تینوں میں باتفاق رائے یہ حکم مذکور ہے:

"لو لم يُغلق لكان أحسن. دروازہ بند نہ کیا جائے تو اَحسن (زیادہ اچھا) ہے" اس کا مطلب یہ ہوا کہ دروازہ بند کرنا حَسَن (اچھا) ہے۔ اَحسن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دروازہ کھلا رکھنا شبہۂ عدم اذن سے بعید تر ہے، دشمن کے حملے کا یقین یا ظن غالب ہوتا تو دروازہ بند کرنا صرف اَحسن نہ ہوتا، بلکہ واجب ہوتا، طحطاوی علی الدرّ ج:۱، ص:۳۴۴، کے ایک جزئیے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ عبارت یہ ہے:

أمّا إذا كان لمنع عدوّ، و يُخشي دخوله و هم في الصلاة فالظّاهرُ وجوب الغلق.

ترجمہ: جب دروازہ بند کرنے سے مقصود دشمن کو روکنا ہو کہ عین حالتِ نماز میں دشمن کے آنے کا خطرہ ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دروازہ بند کرنا واجب ہے۔

کلمۂ "إذا" ایسی شرط کے لیے آتا ہے جس کا وجود محقق ہو، مشکوک نہ ہو چناں چہ مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

"إذا ظرفُ زمان و يجيء للشرط محقّقا، فلا يدخل علی ما هو علی خطر الوجود، إلّا لنكتة. اهـ (مسلم الثبوت و فواتح الرحموت، ج:۱، ص: ۲۳۵)

یہاں إذا کی وجہ سے "خشیت" نے گمان غالب کا فائدہ دیا۔ تو اس عبارت کا حاصل یہی ہوا کہ نماز کی حالت میں دشمن کے آجانے کا ظن غالب ہو تو دروازہ بند کر دینا واجب ہے۔ لہٰذا عیاں ہو گیا کہ در مختار، وغیرہ میں جہاں دروازہ بند کرنا اَحسن بتایا گیا ہے وہاں دشمن کے حملے کا یقین یا ظنّ غالب نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ شریعت میں بعض کلامی مسائل کے سوا دیگر ابواب میں صرف عقلی شبہہ معتبر نہیں کہ وہ وہم محض ہے، ہاں شبہہ کے ساتھ کوئی قرینہ پایا جائے مثلاً بادشاہ یا حاکم سے عداوت رکھنے والے اس شہر میں پائے جاتے ہیں تو یہ شبہہ ناشی عن دلیل ہوگا اور باب ضرر میں اس کا اعتبار ہے جیسا کہ بہت سے جزئیات بلکہ اصول بھی اس کے شاہد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بابِ مسجد بند کرنا جائز ہوا، شبہۂ محض یا وہم محض ہوتا جو بس ایک ذہنی پیداوار ہے تو اجازت نہ ہوتی۔

(ب) اب ذرا در مختار کی عبارت "و غلقُه لمنع العدوّ لا المصلّي" میں ایک اور حیثیت سے غور فرمائیے، اصول فقہ کا ضابطہ ہے کہ جب حکم مشتق سے متعلق ہوتا ہے تو ماخذ اشتقاق حکم کی علت ہوتا ہے، یہ مسلّمات سے ہے جس کی صراحت نور الانوار، اور مسلّم الثبوت و فواتح الرحموت وغیرہ میں ہے۔ یہاں مصلّی کا لفظ مشتق ہے اور ماخذ اشتقاق صلاۃ۔ اس سے میں نے یہی سمجھا کہ ممانعت کی بنیاد نماز ہو تو وہ اذن عام پر اثر انداز ہوگی۔ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے جس کے لیے امام کے سوا کم از کم تین نفر ہونا ضروری ہے اس لیے یہاں جماعت سے ممانعت کو بھی نماز سے ممانعت کے حکم میں شامل کیا پھر بڑی خوشی ہوئی جب جد الممتار کی یہ عبارت باصرہ نواز ہوئی:

إنَّ المُضِرَّ إنّما هُو المنعُ عنِ الصَّلاةِ، و معناهُ: أن تكونَ عِلّةُ المَنعِ هي الصلاةُ نفسُها أو لازِمُها الغيرُ المُنفكُّ عنها كالمنعِ كراهةَ الاِزدِحام. و المنعُ للفتنةِ ليسَ كذلِك، فكان كَمنعِ المُوذي مِن دَخول المساجِدِ، فإنّ حقيقةَ المنع عنِ الإيذاءِ، لا عن ذكرِ الله تعالیٰ في المساجِدِ. فافهم. (جَدّ الممتار علی ردّ المحتار، ج: ۳، ص:۵۹۶، ۵۹۷ مكتبة المدينه)

ترجمہ: "اذن عام" میں مُضر صرف نماز سے روکنا ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ ممانعت کی علت خود نماز ہو یا لازمِ نماز جو اس سے جدا نہ ہو جیسے ازدحام سے ناگواری کی وجہ سے ممانعت۔ اور اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے روکنا ایسا نہیں ہے تو یہ مسجد سے موذی کی ممانعت کی طرح ہے کہ موذی کو روکنا درحقیقت ایذا سے روکنا ہے، یہ مساجد میں ذکر الٰہی سے روکنا نہیں ہے، اسے سمجھ لیجیے۔

فقیہ فقید المثال امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے بات بہت واضح فرما دی کہ:

یہ دیکھا جائے کہ علتِ منع کیا ہے نماز و لازم نماز -یا- اندیشۂ فتنہ و ایذا۔

علت منع اگر نماز یا لازم نماز ہو تو اذن عام میں مضر ہوگا، اور اگر یہ نہ ہو، بلکہ اندیشۂ فتنہ و ایذا، وغیرہ ہو، تو اذن عام میں مضر نہ ہوگا۔

اور کھلی ہوئی بات ہے کہ حکومت ایک محدود تعداد میں جماعتِ نماز و جمعہ کی اجازت دے رہی ہے اور اس سے زائد کو اس وجہ سے روک رہی ہے کہ ان سے وائرس پھیلنے کے خطرات زیادہ ہیں اور یہ وائرس زیادہ بھیڑ بھاڑ اور قرب و اختلاط سے ہی بڑھ رہے ہیں تو یہاں ممانعت کی علت نماز و لازم نماز نہیں ہے، بلکہ ایک بھیانک اور مہلک

وائرس ہے۔

مطلق "ازدحام" سے کراہت کی وجہ سے ممانعت، لازم نماز سے ممانعت ہے مگر جواز ازدحام لازم نماز ہے وہ باب جمعہ میں ایک امام اور تین مردوں کی جماعت ہے، اتنے افراد شرط جمعہ پائے جانے کے لیے شرط ہیں اور ہمارے مسئلۂ دائرہ میں مطلق ازدحام یا جماعت سے نہ کراہت ہے، نہ ممانعت، بلکہ اس کی تو اجازت ہے، ہاں کثرتِ ازدحام سے نامعلوم افراد میں وائرس پھیلنے کے اندیشے سے ممانعت ہے کہ یہ کنٹرول سے باہر ہوگا۔

(ج) در مختار کے جزئیہ کو ہر گوشہ سے سمجھنا چاہیے تاہم یہ بات ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ مسجد سے روکنے یا باب مسجد کے بند کرنے کے جواز کی علت بہر حال "منع العدو" ہے کیوں کہ مسجد کے عامۂ مصلیان مسجد میں حاضر ہوں، مگر خوفِ عدو نہ ہو تو باب مسجد بند کرنے سے اذن عام ختم ہو جائے گا۔ محیط برہانی اور ہندیہ میں اس کی صراحت ہے۔ محیط کی عبارت یہ ہے:

فإن فتح بابَ الدّار، و أذن للناس إذنا عامّا جازت صلاتُه شهدها العامّة أو لم يشهدها و إن لم يفتح باب الدّار و أغلق الأبواب كلها ... لم تجزئهم الجمعة. (ج: ٢، ص: ٢٨٥)

خلاصہ بقدر حاجت یہ ہے کہ سلطان نے اپنے محل میں جمعہ قائم کیا اور عامۂ مصلیان حاضر ہیں پھر بھی جمعہ صحیح نہیں ہے، اس سے ظاہر یہی ہے کہ یہاں باب مسجد اندیشۂ دشمن کی وجہ سے بند نہیں ہوا ہے اس لیے اذن عام میں مضر ہو گیا تو اصل علت خوفِ عدو ہی ہے۔

(د) یہاں یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ "جو چیز ضرر پہنچائے" وہ عدو کے حکم میں ہے لہٰذا عدو والے جزئیے سے وائرس والے مسئلے میں استدلال بجا ہے۔

(ہ) جمعہ مسجد میں ہو یا محل، یا قلعہ میں ہر جگہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے اذن عام ضروری ہے، اس بارے میں مسجد، محل، قلعہ سب کا حکم ایک ہے لہٰذا جس صورت میں محل یا قلعہ میں دروازہ بند کرنے کی اجازت ہوگی اس صورت میں مسجد کا دروازہ بھی بند کرنے کی اجازت ہوگی اس لیے دروازہ بند کرنے کے جواز اور عدم جواز میں مسجد اور قلعہ کے درمیان فرق نہ کیا جائے۔

**دوسری دلیل:** عورتوں کو اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے مسجد آنے کی ممانعت ہے پھر بھی اذن عام برقرار اور جمعہ صحیح ہوتا ہے ویسے ہی وائرس سے اندیشۂ فتنہ و ضرر کے باعث عامۂ ناس کو ازدحام سے ممانعت ہے اور اس سے اذن عام پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور جمعہ صحیح ہوگا۔

لقد نهىٰ عمرُ ـــ رضي الله تعالى عنه ـــ النّساء عن الخروج، إلى المساجد. (رضوية عن العناية).

ترجمہ: حضرت عمر - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - نے عورتوں کو مسجد جانے سے منع فرمادیا۔ اس کی علت صاحب ہدایہ - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - نے یہ بیان فرمائی:

لِمَا فيه مِن خوفِ الفتنة.

(ج: ١، ص: ١٠٥، باب الإمامة، مجلس البركات)

کیوں کہ مسجد کی حاضری میں فتنے کا اندیشہ ہے۔

**تشریح و تفہیم:**

● فتنہ عورتوں سے بھی ہو سکتا ہے ● اور عورتوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ یہ عبارت دونوں کو عام ہے، اور خیر القرون میں دونوں طرح کے فتنے نہ واقع تھے، نہ مظنون بظنّ غالب، بلکہ مشکوک و مشتبہ تھے، ہماری گفتگو اسی قرنِ مقدس تک محدود ہے، خدارا آج کے زمانے پر اُس زمانۂ خیر کو قیاس نہ کیا جائے۔

**(الف) - زمانۂ خیر میں عورتوں کی طرف سے فتنہ بس شبہہ کی حد تک تھا:** حضرت عمر فاروق اعظم - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - نے جن خواتین کو مسجد جانے سے روکا تھا وہ خیر القرون کی خواتین تھیں جو غلبۂ خیر و صلاح کے لیے اپنی مثال آپ تھیں، وہ صحابیات تھیں یا تابعیات، جو صالحات و عفیفات تھیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

● "اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں، جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں، اب اگر ایک حصۂ فیض ہے جب ہزار حصے تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا يأتي عام إلّا و الّذي بعده شرّ منه." (فتاوی رضویہ ج: ٤، ص: ١٧٠، رسالہ: جمل النور، سنی دار الاشاعت)

● "شرع مطہر کا قاعدہ ہے کہ جلبِ مصلحت پر سلبِ مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درءُ المفاسد أهمُّ مِن جلبِ المصالح۔ جب کہ (یعنی جس زمانے میں) مفسدہ اس سے بہت کم تھا اُس مصلحت عظیمہ (جماعت پنجگانہ و جمعہ) سے ائمۂ دین - امام اعظم و صاحبین و مَن بعدَهُم - نے روک دیا اور عورتوں کی قسمیں نہ بنائیں

کہ صالحات جائیں، فاسقات نہ آئیں بلکہ ایک حکم عام دیا۔" (ایضًا)

● "کرمانی نے قول امام تیمی (نقل کیا کہ) اس حدیث میں فسادِ بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے۔" (ایضًا:ص ۱۷۲)

● عبارت غنیہ کہ آپ نے نقل کی ... دیکھیے اسی منع مساجد سے سندلی جس کا حکم عام ہے

تو لِمَا في خروجهنّ في الفساد سے "فسادِ بعض" ہی مراد، اور اسی سے منع کل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد" [یعنی حکم ممانعت صرف غلط عورتوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ تمام صالحات کو بھی عام ہے اور فساد سے مراد بعض عورتوں کا بگاڑ ہے۔ ن] (فتاویٰ رضویہ ج:۴، ص:۵۷۳، رسالہ: جمل النور، سنی دارالاشاعت، مبارک پور)

ہمارے استدلال کا مرکز یہی صالحات وعفیفات ہیں۔

**(ب) عورتوں پر مردوں کی طرف سے فتنہ بھی شبہہ کی حد تک تھا:** عامۂ صحابۂ کرام و تابعین عظام - رضی اللہ عنہم - صالحین سے تھے، فُسّاق نہ تھے، بالخصوص صحابۂ کرام کہ سب عادل تھے اور زبانِ نبوت سے انھیں "خیار امت" کا لقب ملا ہے، تو صحابہ و تابعین پر فسق و فجور کا ظن غالب نہیں ہو سکتا، جب کہ عورتوں پر فتنہ فُسّاق ہی سے ہو سکتا ہے اور کتبِ فقہ میں اسی کی صراحت بھی ہے۔

یہ ساری گفتگو خیر القرون کی خواتین اور مردوں کے بارے میں ہے جب عورتوں میں عفت و پارسائی اور مردوں میں تقویٰ و پرہیز گاری عام تھی، مگر بعض کے بگاڑ کے سبب سب کو جمعہ و جماعت کی حاضری سے روک دیا گیا۔

**کیا** معاذ اللہ خیر القرون کی ان مقدس خواتین اور پاکباز مردوں میں فساد و بگاڑ مظنون بظن غالب تھا، ہزار بار خدا کی پناہ **کیا** ان کے متعلق کوئی مسلمان ایسا سوچ سکتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ بعض کے بگاڑ کی وجہ سے سب کو مسجد کی حاضری اور جماعتِ پنج گانہ اور جمعہ جیسے شعار اسلام سے روک دیا گیا۔

یہ بے مایہ -جو مکتبِ فقہ کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہے- یہی سمجھتا ہے کہ جس باب میں اصل منع ہوتا ہے وہاں شُبہہ کی بنا پر بھی حکم جاری ہوتا ہے، ہاں شبہہ محض عقلی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس کی تایید میں کوئی دلیل ہونی چاہیے اور "فساد بعض" اس شبہہ کی یک گونہ تایید کرتا ہے، اس طرح یہ "شبهه ناشي عن دليل" تھا اور کتب فقہ میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں جو فقہا سے مخفی نہیں۔

**جدید کورونا وائرس بذاتِ خود کوئی بیماری نہیں، بیماری کا سبب ہے:** یہ بذاتِ خود کوئی بیماری نہیں، بلکہ فی الواقع یہ بیماری کا سبب اور ایک جاندار مخلوق ہے جس سے کوئی چار ماہ پہلے دنیا متعارف ہوئی، اس کا حجم اتنا معمولی ہوتا ہے کہ ایک خاص قسم کے خوردبینی آلہ (الکٹران مائیکرواسکوپ) سے ہی اس کا مشاہدہ ہوتا ہے عام خوردبین سے نہیں۔ یہ دنیا کے لیے عذاب، آزمائش اور درس عبرت ہے، یہ بڑی خاموشی کے ساتھ منھ اور ناک کے ذریعہ حلق تک پہنچتا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا مسکن پھیپھڑا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کا شکار سانس کے تناؤ اور خشک کھانسی اور شدید بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ مرض کھانسی، زکام کے مرض سے بہت مشابہ ہے اس لیے صرف طبی جانچ کے بعد ہی یہ معلوم ہو پاتا ہے کہ یہ "جدید کورونا وائرس" ہے۔

"عالمی ادارۂ صحت (ڈبلیو، ایچ، او) کے مطابق کورونا وائرس کی عام علامات سر درد، کھانسی، بخار، تکان اور سانس لینے میں پریشانی ہے، اس کی علامات کو ظاہر ہونے میں پانچ سے سات روز کا وقت لگتا ہے، مریض کے اندر اس کی علامات چودہ سے بیس دنوں تک بنی رہتی ہیں، ڈبلیو، ایچ، او کے مطابق عام بخار اور کورونا انفیکشن کی بہت سی خصوصیات ایک جیسی ہیں، بغیر طبی ٹیسٹ کے اس کو فرق کر پانا بہت مشکل ہے۔ سردی، بخار، گلے میں انفیکشن، فلو اور کورونا دونوں کی عام علامات ہیں لیکن ڈبلیو، ایچ، او کے مطابق کورونا سے متاثرہ شخص کو سانس پھولنے کی شکایت ضرور رہتی ہے۔"

(روزنامہ انقلاب، ۳/اپریل، جمعہ ص:۷)

ڈاکٹر زبیر صدیقی (ایم بی ایس، ایم ایس) نے بتایا کہ "مریض کے اندر کورونا کی علامات چودہ سے بیس دنوں تک رہ سکتی ہیں اس کا انحصار قوت مدافعت پر ہے کہ مریض کی یہ قوت کمزور ہو تو کچھ کم و بیش بیس دنوں تک بھی یہ علامات پائی جا سکتی ہیں اور قوت اچھی ہو تو چودہ روز بھی بہت ہیں۔

سردی، زکام میں اس مرض کی وجہ سے سانس نہیں پھولتا اور کورونا کے مریض کا سانس ضرور پھولتا ہے اور تیز تیز پھولتا ہے، اس میں سردی، زکام کے مقابل بخار زیادہ تیز ہوتا ہے، سردی، زکام میں

کھانسی بلغمی ہوتی ہے اور اس وائرس میں خشک ہوتی ہے۔ مریض کے فوت ہو جانے کے بعد اندر کے جراثیم باہر نہیں آپاتے، وہ وہیں ختم ہو جاتے ہیں، ہاں جسم کے اوپر یہ جراثیم ہو سکتے ہیں۔“

عالمی ادارۂ صحت کی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے:

”کورونا وائرس انسانی پھیپھڑوں میں رہتے ہیں اور سانس کا دورانیہ بند ہو جانے کے بعد یہ جراثیم مردہ ہو جاتے ہیں اور سانس بند ہونے کے سبب باہر نہیں ہوتے۔“ (روزنامہ انقلاب)

- الغرض ایک تو یہ وائرس مکھی، مچھر، جوویں کی طرح نظر نہیں آتے کہ دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ بدن میں سرایت کر رہا ہے۔
- دوسرے اس کی علامات پانچ، چھ دن کے بعد ظاہر ہونی شروع ہوتی ہیں۔
- تیسرے ان کی علامتیں کھانسی، زکام سے حد درجہ مشابہ ہوتی ہیں اس وجہ سے مریض یا عام آدمی، بلکہ ڈاکٹر بھی ٹیسٹ سے پہلے یہ سمجھ نہیں پاتے کہ یہ ”جدید کورونا وائرس“ کے سبب ہے۔
- چوتھے یہ کہ اس کے لیے طبی جانچ کا انتظام ہمارے ملک میں بہت محدود ہے جس سے اس وائرس کی شناخت ہو سکتی ہے اور دوسرے ملکوں میں بھی جانچ کے انتظامات بہت وسیع پیمانے پر نہیں ہیں۔
- پانچویں یہ کہ دنیا کے پاس اس کا کوئی معین اور شافی علاج نہیں ہے، ابتداءً ایک اندازے سے علاج ممکن ہوتا ہے، بعد میں دشوار ہو جاتا ہے اس لیے دنیا نے عافیت اسی میں سمجھی کہ اس وائرس سے بچنے کی تدبیر اپنائی جائے اور وہ تدبیر ہے ”سماجی فاصلہ“ جس کے لیے گھروں میں محدود رہنا، کسی جگہ پر بھیڑ نہ لگانا، اپنے ربط وضبط اور چھینک و تھوک و کھانسی سے دوسروں کو بچانا ضروری ہے اس لیے لاک ڈاؤن کا نفاذ ہوا، لاک ڈاؤن کوئی نعمت نہیں، بلکہ یہ خود ایک ضرر ہے مگر ضرر عام سے بچانے کے لیے ضرر خاص کو مجبوراً گوارا کیا گیا ہے۔
- دسمبر ۲۰۱۹ء کے اخیر میں چین کے شہر ”ووہان“ میں اس وائرس نے جنم لیا، چین نے لاک ڈاؤن کر لیا تو اس کے دوسرے صوبے محفوظ رہ گئے، مگر بہت سے ممالک نے وہاں کی پروازیں جاری رکھیں تو یہ وبا ہزاروں کلو میٹر دور وہاں بھی پہنچ گئی، پھر جن ممالک نے ان کے یہاں آمد و رفت کی وہ بھی لپیٹ میں آئے، یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جن ممالک نے سماجی فاصلے کا حکم جاری کرنے میں دیر کی وہاں اس وائرس کا پھیلاؤ تیزی سے ہوا، اور جہاں سماجی فاصلہ کا حکم جلدی جاری ہوا وہاں اس کے پھیلاؤ کی رفتار سست رہی۔ ادھر روزنامہ انقلاب، (۱۹/اپریل) کے ذریعہ معلوم ہوا کہ چین نے مطمئن ہو کر لاک ڈاؤن ختم کر دیا تو پھر ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے بعد وہاں کی خبر تاحال موقوف ہے۔

**ہم اہل ایمان** اسے تسلیم کرتے ہیں کہ جب دنیا میں خدائے پاک کی نافرمانی بڑھتی ہے تو وبا نازل ہوتی ہے جو کسی کے لیے عذاب ہوتی ہے اور کسی کے لیے ابتلا و آزمائش۔ اللہ قادر ہے کہ ساری دنیا اپنی جگہ ٹھہر جائے تو بھی وہ یہ وبا جہاں چاہے نازل فرما دے مگر دنیا کارخانۂ اسباب ہے، خدائے قدیر نے اشیا کو اسباب سے جوڑ رکھا ہے، بندے کے ذریعہ اسباب پائے جاتے ہیں تو وہ قادر و توانا اشیا کا خلق فرما دیتا ہے، وہ تخلیق میں اسباب کا قطعاً محتاج نہیں مگر کائنات عالم میں اس کا دستور یہی جاری ہے کہ عموماً اسباب کے نتیجے میں خلق فرماتا ہے، اس اعتقاد کے پیش نظر ہم مان سکتے ہیں کہ ”ووہان“ میں کسی خاص سبب کے نتیجے میں ”جدید کورونا وائرس“ پیدا ہوا، پھر وہاں سے آمد و رفت کے نتیجے میں دنیا کے ۱۸۵ ملکوں تک پہنچ گیا اور آج اس کی وجہ سے دنیا میں کہرام بپا ہے۔ یہ خبر متواتر ہے، اور واقعات و تجربات اس کے شاہد ہیں۔

یہاں آپ سوچ سکتے ہیں کہ حدیث پاک میں ”لَا عَدْوَیٰ“ آیا ہے، یعنی: ”کوئی بیماری ایک سے منتقل ہو کر دوسرے کو نہیں لگتی“ اور یہ لا نفی جنس کے لیے ہے جو ہر طرح کی بیماری بشمول کورونا وائرس کو شامل ہے اور یہ تو وائرس کے حق میں تعدیہ وانفیکشن ماننا ہے۔

تو عرض ہے کہ کورونا وائرس در اصل کوئی مرض نہیں، مرض تو ایک خاص قسم کی جسمانی کیفیت کا نام ہے جو عرض ہے اور یہ وائرس اللہ کی ننھی ننھی مخلوق ہیں جو جوہر ہیں، تو یہ مرض نہیں، اسباب مرض ہیں جیسے جوویں سر میں کھجلی کا سبب ہوتی ہیں مگر وہ خود کھجلی نہیں ہیں اور یہ قرب و اختلاط کے باعث ایک کے سر سے دوسرے کے سر میں منتقل ہو جاتی ہیں اسے حدیث پاک لَا عَدْوَیٰ کے منافی نہیں سمجھا جاتا تو اسی طرح وائرس کی منتقلی کو بھی حدیث مذکور کے منافی نہیں سمجھنا چاہیے ہاں وائرس کی منتقلی چھینک وغیرہ کی ہوا سے ہوتی ہے۔

**جوویں اور وائرس میں فرق** یہ ہے کہ جوویں سر کی آنکھوں

سے بغیر کسی آلے کی مدد کے نظر آتی ہیں اور وائرس خاص قسم کے خوردبینی آلے سے ہی نظر آتے ہیں، میں نے خود بھی ایک نوع کے وائرس کو خوردبین کے ذریعہ مشاہدہ کیا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ جوویں سر اور کپڑے میں رہ کر اپنا کام کرتی ہیں وہ منہ کے اندر نہیں جاتیں مگر یہ وائرس اندر جاتے ہیں اور اپنا بسیرا پھیپھڑا میں بناتے ہیں۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ جوویں سر، بدن اور کپڑے میں رہتی ہیں جب کہ کورونا وائرس فضا میں بھی منتقل ہو جاتے ہیں، ۱۳/ اپریل ۲۰۲۰ء کے انقلاب ص ۹ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:

”طبی ماہرین نے کورونا وائرس کے مریضوں کے وارڈ سے ہوا کے نمونوں کا جائزہ لینے کے بعد انکشاف کیا ہے کہ کورونا وائرس تیرہ فٹ تک فضا میں سفر کر سکتا ہے، واضح رہے کہ اب تک چھ فٹ کا فاصلہ رکھنے کی تاکید کی جا رہی تھی جب کہ حالیہ تحقیق میں ثابت ہوا کہ یہ وائرس تیرہ فٹ تک فضا میں سفر کر سکتا ہے۔

رپورٹ کے مطابق چینی محققین کی تحقیقات کے ابتدائی نتائج جمعہ کو امریکی مرکز کے جریدے ”سی، ڈی، سی، میں شائع ہوئے۔“

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ”جدید کورونا وائرس“ کسی بیماری کا نام نہیں، یہ تو جاندار جراثیم ہیں جو اللہ کی ایک نئی مخلوق ہیں، ان کی وجہ سے جسم کے اندر ایک مہلک بیماری پیدا ہوتی ہے مجازاً اس بیماری کو بھی کورونا وائرس کہنے لگے، مختصر یہ کہ کورونا ایک حقیقی جسم ہے، جاندار ہے، جیسے بہت سے انتہائی چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے حقیقی جسم اور جاندار ہیں، یہ اگر کسی ذریعہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں تو اسے حدیث نبوی: ”لا عدویٰ“ کے مخالف نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح بیماری کے وائرس مثلاً جدید کورونا وائرس بھی چھینک اور تھوک وغیرہ مادی اسباب کے ذریعہ دوسرے کی ناک یا منھ میں چلے جائیں، پھر وہ کسی خطرناک یا مہلک بیماری کا سبب بن جائیں تو اسے بھی حدیث نبوی: ”لا عدویٰ“ کے خلاف نہیں سمجھنا چاہیے (1)، اسباب کے ذریعہ مسبب کا وجود ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے اس کا انکار نہیں ہونا چاہیے، حدیث پاک میں مرض کے تعدیہ کی نفی کی گئی ہے، وائرس اور جراثیم کے تعدیہ کی نفی نہیں کی گئی، منہاج شرح صحیح مسلم میں ہے:

إنّ حديث ”لا عدوى“ المراد به نفي ما كانت الجاهليّة تزعمُه و تعتقده أنّ المرض و العاهة تعدّى بطبعها، لا بفعل الله تعالى.

(شرح صحیح مسلم، ج:۲، ص: ۲۳۰)

ترجمہ: حدیث لا عَدویٰ سے مراد زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد کی نفی ہے کہ بیماری اور وبا بذات خود دوسرے کو لگ جاتے ہیں، نہ کہ اللہ تعالیٰ کے فعل اور تاثیر سے لگتے ہیں۔

اس طرح حدیث بھی قیامت تک کے لیے صادق رہتی ہے اور وائرس کے مشاہدہ و حقیقت کا انکار بھی نہیں ہوتا۔ علمائے کرام کو اس معروضے پر بہت ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ الحقُّ المجتلیٰ میں یہی وضاحت فرمائی ہے کہ بیماری اڑ کر ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل نہیں ہوتی، یہ نہیں فرمایا ہے کہ جراثیم ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل نہیں ہوتے۔ آج کے اطبّا اور ڈاکٹرس اسی کے قائل ہیں کہ جراثیم کا انفیکشن ہوتا ہے، جراثیم منتقل ہوتے ہیں، وہ یہ نہیں کہتے کہ عین بیماری ہی منتقل ہو جاتی ہے اور وہ جو کچھ کہتے ہیں آنکھوں سے دیکھ کر کہتے ہیں، وہ الکٹران مائیکرو اسکوپ کی مدد سے اس ننھی مخلوق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ ان کے یہاں ایک مسلّمہ حقیقت ہے، ہاں وہ مجازاً اسے بیماری کا انفیکشن بولتے ہیں اور اس طرح کا مجاز ہماری بول چال میں بھی شائع و ذائع ہے۔

**لائے نفی جنس کا مطلب** یہ ہوتا ہے کہ جنس کے تحت جتنے افراد آتے ہیں سب کی نفی کر دی گئی، مگر جو چیزیں جنس کے دائرے سے باہر ہیں ان کی نفی نہیں ہوتی، مشہور مثال ہے: لا رجلَ في الدّار گھر میں کوئی مرد نہیں، یہاں لا نفی جنس کے لیے ہے تو اس سے جنس مرد کے ہر فرد گھر میں ہونے کی نفی ہو گئی، مگر اس سے عورت کی نفی نہیں ہوئی کیوں کہ وہ مرد کی جنس سے نہیں ہے۔ اسی طرح سمجھیے کہ لا عَدویٰ میں جنس مرض کی نفی کی گئی ہے اور وائرس یا جراثیم جنس مرض سے نہیں، جنس حیوان سے ہیں، انکار حدیث کے فتنے سے آپ بے خبر نہیں ہوں گے اس تشریح پر کلام کرتے وقت اسے ضرور پیش نظر رکھیے گا۔.................................**(جاری)**

(1) کورونا وائرس کے تعلق سے درج ساری معلومات عالی جناب ڈاکٹر زبیر صدیقی صاحب ایم، بی، بی، ایس، ایم، ایس لکھنو نے سن کر تصدیق کی اور ایک مقام پر اضافہ بھی کرایا۔ ۱۲ منہ

# آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

## کورونا وائرس میں فوت ہونے والے شخص کے غسل اور نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے کہ اگر کورونا وائرس سے کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کی لاش نہ تو گھر والوں کو دی جاتی ہے اور نہ ہی غسل دلانے کی اجازت ہوتی ہے۔ لاش تین تہوں والی پالی تھن میں پیک ہو کر ملتی ہے۔ نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں، نہ کسی طرح اس کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ...

(۱) خدانخواستہ اگر ایسے حالات سے کوئی مسلمان دو چار ہوتا ہے تو اس کے گھر والے کس طرح غسل دیں؟

(۲) کیا بغیر نماز جنازہ و تدفین ہو سکتی ہے غسل، کفن، دفن اور نماز جنازہ کی کیا صورت ہوگی؟

### مختصر جواب:

(۱)۔ پلاسٹک میں پیک لاش کے اکثر حصے پر تر ہاتھ سے مسح کر دیں، یہ غسل کے قائم مقام ہوگا پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر پیک شدہ لاش پر مسح کی بھی اجازت نہ ملے تو صبر سے کام لیں اور مسح کیے بغیر ہی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔ ان شاء اللہ نماز جنازہ صحیح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### تفصیلی جواب:

بتایا جاتا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی کورونا وائرس بدن کے بالائی حصے پر رہتے اور زندہ رہتے ہیں اور آس پاس والوں کے جسم میں منتقل ہو سکتے ہیں، اس لئے ڈاکٹر اسے کئی تہ کی پلاسٹک میں لپیٹ کر اچھی طرح پیک کر دیتے ہیں اور پھر غسل وغیرہ کے لیے کھولنے کی اجازت نہیں دیتے اور جو چیز از روئے طب ممنوع ہوتی ہے وہ شرعاً بھی ممنوع ہوتی ہے اور ممانعت ضرر کی کمی بیشی کے لحاظ سے کبھی مکروہ اور کبھی حرام ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ. نہ اپنے آپ کو ضرر پہنچاؤ، نہ دوسروں کو ضرر دو۔

فقہ اسلامی کا ضابطہ ہے: اَلضَّرَرُ یُزَالُ. ضرر، دور کیا جائے۔

کورونا وائرس سے فوت ہونے والے شخص کے جسم سے پلاسٹک ہٹائی جائے تو اس کے وائرس پانی کے چھینٹوں کے ذریعہ نہلانے والوں کو منتقل ہوں گے، پھر ان کے واسطے سے دوسروں کو منتقل ہوں گے۔ اس طرح یہاں از روئے طب "ضرر" کا بھی اندیشہ ہے اور "ضرار" کا بھی، جو شرعاً ممنوع ہے، اس لیے میت کو اس کے (پیک شدہ) حال پر باقی رکھا جائے اور اس بارے میں ڈاکٹر جو ہدایت دیتے ہیں اُس کے خلاف نہ جائیں۔

کورونا وائرس ایک آسمانی بلا ہے، جس کے پھیلاؤ اور ہلاکت خیزی سے تقریباً پوری دنیا خائف ہے۔ اب تک ۳۰/ لاکھ سے زیادہ لوگ اس وائرس کی زد میں آکر مشقتیں جھیل رہے ہیں اور تقریباً ۲/ لاکھ سے زیادہ لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ آج کا دور بلا شبہہ جدید طب و علاج کی حیرت انگیز ترقی کا دور ہے پھر بھی چار ماہ سے ڈاکٹر بے بس ہیں، کوئی متعیّن اور شافی علاج اب تک نہیں ڈھونڈ سکے، اس لیے کم از کم جو حفاظتی تدابیر وہ بتا رہے ہیں ان کو اپنانا چاہیے۔ ان کا پلاسٹک کا پیک کھولنے اور میت کو نہلانے سے روکنا اُسی آفت سماوی سے انسانی برادری کو بچانے کے لیے ہے۔ اب یہاں تین موانع ہیں۔

(۱)۔آفت سماوی یعنی کرونا وائرس کے لگنے اور پھیلنے کا خوف ناک اندیشہ۔(۲)۔بندش کھولنے اور میت کو نہلانے سے ڈاکٹروں کی ممانعت۔(۳)۔خلاف ورزی کی صورت میں پیک شدہ لاش بھی نہ ملے گی، پھر وہ اپنے طور پر اس کی تدفین وغیرہ کا کوئی بھی طریقہ اپنا سکتے ہیں۔

اس طرح ہم اپنی میت کے غسل، کفن، دفن اور نماز جنازہ چاروں

صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

سے محروم ہوں گے، لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ کم از کم پیک شدہ لاش ہی مل جائے تاکہ نمازِ جنازہ پڑھ کر مسنون طریقے پر مقبرۂ مسلمین میں دفن کر کے اپنے فرائض سے ممکن حد تک سبک دوش ہو سکیں۔

انسان اسی کا مکلف ہے جو اس کے بس میں ہے، اس سے زیادہ کے لیے وہ عند اللہ جواب دہ نہ ہوگا، ارشادِ باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

اللہ کسی جان کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتا مگر اس کی وسعت بھر۔

اب دیکھنا چاہیے کہ ہماری وسعت میں یہاں کیا ہے:

(الف)- کرونا وائرس لگ جائے تو اس کا علاج ہمارے بس میں نہیں ہے، آج پوری دنیا بلکہ سپر پاور ممالک بھی اس کے خفیہ حملوں کے آگے عاجز ہیں۔

(ب)- پلاسٹک کی بندش کھولنا اپنے بس میں نہیں کہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے اور ایسا کرنے سے ہم اپنی میت کی تدفین سے بھی محروم ہو سکتے ہیں۔

(ج)- میت کا بدن طاہر ہونا نمازِ جنازہ کے لیے شرط ہے اور اس طہارت کے لیے اسے غسل دینا فرض کفایہ ہے، مگر جو میت تین تہوں کی پلاسٹک میں اچھی طرح پیک کر دی گئی ہو اور اس کا کھولنا ممنوع قرار دیا گیا ہو، اس میت کو غسل دینا ہمارے بس سے باہر ہے، اس لیے ہم اس فریضے کی ادائیگی سے عاجز ہیں۔

(د)- کتاب و سنت میں غسل کا بدل تیمم کو بتایا گیا ہے، مگر یہاں ہم میت کے چہرے اور ہاتھوں کو مس نہیں کر سکتے، میت کے اُن اعضا پر بھی اپنے ہاتھ تیمم کی نیت سے نہیں پھیر سکتے کہ پلاسٹک کی بندش کھولے بغیر یہ ممکن نہیں اور وہ ہمارے مقدور سے باہر ہے۔ تیمم انسانی اعضا، چہرے اور دونوں ہاتھوں پر خاص طریقے سے مسح کا نام ہے۔ تیمم کسی پٹی پر نہیں ہوتا، پٹی پر مسح در اصل "غسل" کے قائم مقام ہوتا ہے۔ خود مسح، کسی مسح کے قائم مقام نہیں ہوتا اور پلاسٹک کی بندش پورے بدن کی پٹی ہی کے حکم میں ہے، لہٰذا اس پر تیمم نہیں کر سکتے۔ جد الممتار میں ہے:

ولأن التيمم مسحٌ فلا يكون بدلا عن مسح وإنما هو بدلٌ عن غَسلِ والرَّاسُ ممسوح ولهذا لم يكن التيمم في الراس اھ. (جد الممتار، ج:۲، ص:۲۹۷، باب التيمم، مكتبة المدينة)

ترجمہ: تیمم نام ہے مسح کا، تو یہ زخمی اعضاے وضو پر مسح کا بدل نہیں ہو سکتا، یہ مسح تو صرف غسل کا بدل ہے اور سر پر مسح ہوتا ہے، لہٰذا سر زخمی ہو تو اس پر مسح کے بدلے تیمم نہ ہوگا۔

**دو فقہی جزئیات کی تشریح و تفہیم:**

کتبِ فقہ میں دو جزئیات ایسے ملتے ہیں جن کے پیشِ نظر یہاں یہ خیال آ سکتا ہے کہ پلاسٹک میں ملفوف میت کو بھی تیمم کرانا چاہیے۔

بہار شریعت میں ان جزئیات کی ترجمانی ان الفاظ میں ہے:

"عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ نہلا دے تو تیمم کرایا جائے، پھر تیمم کرانے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمم کرائے اور اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنس زمین پر ہاتھ مارے۔ [درِ مختار عالمگیری وغیرہما]

مرد کا انتقال ہوا، اور وہاں نہ کوئی مرد ہے، نہ اس کی بیبی، تو جو عورت وہاں ہے اسے تیمم کرائے، پھر اگر عورت محرم ہے تو تیمم میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہیں اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے۔ [عالمگیری]" (بہارِ شریعت، حصہ:۴، ص:۸۱۳، مجلس المدینہ)

دونوں جزئیات میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانے کا حکم دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ میت اور تیمم کرانے والے کے اعضا کے درمیان کپڑا وغیرہ حائل ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا اگر میت کے اعضا پر پلاسٹک لپیٹ دی گئی ہو تو بھی تیمم کرانے سے تیمم درست ہوگا اور حکم تیمم کا ہی ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ:

(ا)- تیمم میں قیاس بجا نہیں کیوں کہ تیمم کی اجازت خلافِ قیاس نصِ قطعی کی رو سے ہے اور جو حکم نص سے، خلافِ قیاس ثابت ہوتا ہے، وہ نص کے معنی و مورد تک ہی محدود ہوتا ہے، یہ امر مسلمات سے ہیں، نص یہ ہے:

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ. (المائدہ:۶)

ترجمہ: پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔ اور پلاسٹک پر مسح منھ اور ہاتھوں پر مسح نہیں لہٰذا تیمم نہ ہوگا، اور میری نگاہ میں شریعت میں ایسے تیمم کی کوئی نظیر نہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں تیمم کے لیے دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے: ایک صعید طیب کا، دوسرے منھ اور ہاتھوں پر مسح کا۔ اور پلاسٹک پر تیمم میں پہلی بات تو پائی جاتی ہے مگر دوسری بالکل مفقود ہے۔

تیمم کا معنی ہے قصد، اور پاک مٹی پر ہاتھ مارنا" صعید طیب کا قصد ہے "تیمم کرنے، کرانے والے کے ہاتھ پر دستانہ وغیرہ ہو تو بھی "قصد صعید" متحقق ہے اور نصِ قرآن سے وہی ضروری ہے، لہٰذا مجبوری کی صورت میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے یا دستانہ پہننے کی اجازت ہوئی، مگر چہرے اور ہاتھ پر پلاسٹک کا غلاف لپٹا ہو تو اس پر مسح، چہرے اور ہاتھ پر مسح نہیں ہے۔ یہاں مسح وجہ ید صادق نہیں، اس لیے پلاسٹک پر مسح سے تیمم درست نہ ہوگا۔

تو ایک تو یہ مسئلہ قیاسی نہیں، دوسرے مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان فرق ہے یکسانیت و اشتراک نہیں، جیسا کہ واضح ہوا۔

تیسرے ہم جیسوں کو قیاس کی اجازت نہیں۔ فقہی بصیرت کے ساتھ منقولات سے استفادہ الگ ہے اور قیاس الگ ہے۔

(۲)-علاوہ ازیں تیمم کے لیے فرض ہے کہ پورے منہ اور دونوں ہوتھوں پر اس طرح ہاتھ پھیرا جائے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے۔ اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوگا۔ درمختار اور ہندیہ وغیرہ میں یہ صراحت موجود ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ پلاسٹک میں پیک میت سے ایسا تیمم کرانا ممکن نہیں۔ الغرض یہاں آیتِ کریمہ: "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ" پر عمل کسی طرح ممکن نہیں۔

اس طرح دیکھا جائے تو ہم میت کے غسل سے بھی عاجز ہیں اور غسل کے بدل تیمم سے بھی عاجز ہیں۔ شریعت میں طہارت کی یہ دو معروف و معہود صورتیں ہیں اور دونوں ہمارے بس سے باہر ہیں، اس لیے موجودہ حالات میں کرونا وائرس سے فوت ہونے والے مسلمان کو غسل دینا بھی ہمارے ذمہ فرض نہ رہا، تیمم کرانا بھی فرض نہ رہا، پھر کیا کریں؟

## غسل کی آخری اور امکانی راہ:

اب میت کے غسل و طہارت کی آخری راہ یہ ہے کہ پلاسٹک کے اوپر سے ہی بھیگا ہوا ہاتھ پھیر دیا جائے، کیوں کہ اعضائے غسل پر پانی بہانے سے عجز و بے بسی کی صورت میں یہ حکم ہے کہ پٹی باندھنا ممکن ہو تو اُن پر پٹی باندھ کر تر ہاتھ سے مسح کر دیں۔ یہ مسح غسل اور پانی بہانے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

کتبِ فقہ میں اس کے جزئیات مسح علی الخفین اور تیمم کے باب میں پائے جاتے ہیں، ہم یہاں وضاحت اور تائید کے لیے چند جزئیات نقل کرتے ہیں۔ درِ مختار و رد المحتار میں ہے:

"وبعكسه (أي لو كان أكثر الأعضاء صحيحاً شامى) يغسل الصهيح و يمسح الجريح (أي ان لم يضره وإلّا عصّبها بخرقةٍ ومسحَ فوقها، خانية وغيرها، شامى)"اھ. (ج:۱، ص:۱۸، باب التيمم، ماجدية)

ترجمہ: اگر اکثر اعضائے وضو صحیح ہوں اور کچھ زخمی تو صحیح اعضا کو دھوئے اور زخمی پر بھیگا ہاتھ پھیرنا، ضرر نہ دے تو مسح کرے ورنہ پٹی باندھے اور اس کے اوپر سے مسح کرے۔

درمختار اور ردالمحتار میں اخیر باب تیمم میں ہے:

"وكذا يسقط غَسلُه (أي غَسلُ الرّاس مِن الجنابة ، شامى) فيمسحه ولو على جبيرة إن لم يضرّہٗ وإلّا (أي بأن ضرّہٗ المسحُ عليها، شامى) سَقَط أصلاً، وجُعِلَ عَادمًا لذٰلك العضو حكماً كما في المعدوم حقيقةً."اھ(ج:۱، ص:۱۹۱، قبل باب المسح على الخفين)

ترجمہ: سر میں تکلیف ہو تو غسلِ جنابت میں سر پر پانی ڈالنا فرض نہ رہے گا۔ اب اگر سر پر مسح ضرر نہ کرے تو مسح کرے، ورنہ پٹی باندھ کر اس کے اوپر مسح کرے اور اگر یہ بھی مضر ہو تو فرض ہی ساقط ہو جائے گا اور مانا یہ جائے گا کہ وہ عضو حکماً معدوم ہے، جیسا کہ حقیقۃً وہ عضو نہ ہوتا تو دھونا اور مسح کرنا فرض نہ ہوتا۔

درِ مختار باب المسح علی الخفین میں ہے:

و يترك المسح كالغسل إن ضر وإلّا ، لا يترك.
وهو أي مسحُها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع ، فإن قدر عليه فلا مسح عليها ، والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حارّ، فإن ضرّ مسحه ، فإن ضرّ مسحها ، فإن ضرّ سقط أصلا، اھ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، ج:۱، ص:۲۰۵، ماجدية)

ترجمہ: دھونا ضرر دے تو اسے چھوڑ دے اور مسح کرے۔ اگر یہ بھی ضرر دے تو اسے بھی چھوڑ دے اور پٹی پر مسح کرے اور پٹی پر مسح کی شرط یہ ہے کہ دھونے کی جگہ پر مسح سے عاجز ہو، اور اگر اس جگہ پر مسح کر سکتا ہو تو پٹی پر مسح نہ کرے۔ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ ❊ دھونے کی جگہ کو دھونا فرض ہے، ٹھنڈا پانی تکلیف دے تو گرم پانی سے دھوئے۔ ❊ اگر یہ بھی تکلیف دے تو مسح کرے۔ ❊ اور اگر اس

سے بھی تکلیف ہو تو پٹی پر مسح کرے۔ * اور اگر یہ بھی تکلیف دہ ہو تو فرض ہی ساقط ہو جائے گا۔

اسی میں ہے: وحكم مسح جبيرة وخرقة قرحةٍ ونحو ذلك كَغَسل لِمَا تحتها فيكونُ فرضًا عمليًّا لثبوته بظنيٍّ وهذا قولهما وإليه رجع الإمام، خلاصة، وعليه الفتوىٰ شرح مجمع (علىٰ هامش رد المحتار، ج:١، ص:٢٠٤، ماجدية)

ترجمہ: پٹی اور اس کی مانند دوسری چیزوں پر مسح کا حکم بدن کو دھونے کی طرح ہے تو یہ فرض عملی ہے کہ اس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہے۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے۔ بعد میں امام اعظم نے بھی رجوع فرما کر اسی کو اختیار کیا۔ (خلاصہ) اسی پر فتویٰ ہے۔ (شرح مجمع)

وهو ما رواه ابن ماجة عن علي رضى الله تعالىٰ عنه قال: انكسرت إحدى زَندَيَّ فسالتُ رسول اللهِ ﷺ، فأمرَني أن أمسح على الجبائر ، وهو ضعيف و يتقوى بعدّة طُرُقه، و يكفي ما صحّ عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما: انّه مسح على العصابة، فإنه كالمرفوع لأنّ الأبدال لا تنصب بالرائ .(بحر)

ترجمہ: دلیل ظنی سے مراد حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا، میرے ہاتھ کا ایک گٹا ٹوٹ گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا (کہ وضو اور غسل کے لیے کیا کروں؟) تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ پٹی پر مسح کرلو۔

یہ حدیث ضعیف ہے اور متعدد طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے قوی ہے اور دلیل کے لیے یہ حدیث صحیح کافی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پٹی پر مسح کیا۔ یہ اثر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیوں کہ احکام شرعی کے بدل، رائے وقیاس سے نہیں مقرر کیے جاتے۔ (بحر الرائق)

ان جزئیات و نصوص سے یہ امور عیاں ہوئے:

(الف)- غسل کی جگہ پر پانی بہانا مضر ہو تو مسح کرے۔

(ب)- مسح بھی مضر ہو تو اس پر پٹی یا اس کے مانند کچھ باندھے اور اس کے اوپر سے مسح کرے۔

(ج)- اس سے بھی عجز ہو تو فرض ساقط ہے۔

(د)- پٹی یا مثل پٹی پر مسح غسل کے حکم میں ہے۔

(ہ)- پٹی پر مسح سے عجز کی صورت میں وہ عضو حکماً معدوم مانا جاتا ہے، لہٰذا ساقط ہو جاتا ہے۔

یہ ہمارے ائمۂ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔

اس تفصیل کے پیش نظر "کرونا میت" کے مسئلے میں غور فرمائیے، ہمارے دیار ہند میں اس کے غسل و تیمم سے عجز ثابت ہے، یوں ہی اس کے بدن پر مسح سے بھی عجز ثابت ہے، ورنہ "کرونا" لگ سکتا ہے، پھیل سکتا ہے۔ ہاں میت کے فوت ہونے کے بعد ڈاکٹر اسے پلاسٹک میں اچھی طرح پیک کر دیتے ہیں تو یہ اس کے لیے "پٹی کے مثل" ہے، لہٰذا اس پر مسح سے بھی غسل کا فرض ادا ہو جائے گا۔ یہاں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ پٹی اور مثل پٹی کے مسائل کا تعلق متفرق اعضاے بدن سے ہے، پورے بدن سے نہیں، تو بعض اعضا کا حکم پورے بدن پر کیسے جاری کیا جا سکتا ہے؟ تو عرض ہے کہ متفرق اعضاے بدن کی پٹی یا مثل پٹی پر مسح کی اجازت بوجہِ ضرورت شرعی ہے کیوں کہ اصل حکم شرعی تو غسل ہے، یعنی پانی بہانا، اور پٹی پر مسح کی اجازت ضرورت شرعی کی بنا پر ہی ہوئی تو جہاں جیسی ضرورت ہوگی وہاں اسی کے لحاظ سے رخصت و اجازت ہوگی۔

فقہا مطلقاً فرماتے ہیں: "الضرورات تبيح المحظورات، الضرورة تتقدر بقدرها."

ضرورت شرعی ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے۔ ضرورت شرعی کا اعتبار بقدر ضرورت ہوتا ہے، یہاں پورے بدن پر پٹی بندھی ہے تو ضرورت شرعی پورے بدن پر مسح چاہتی ہے، لہٰذا پلاسٹک کے اوپر سے مسح کرنا غسل کے قائم مقام ہوگا۔ ہاں پلاسٹک کے اکثر حصے پر مسح کافی ہوگا، استیعاب ضروری نہیں۔ در مختار میں ہے:

"ولا يشترط في مسحها استيعابٌ وتكرار في الاصح فيكفى مسح اكثرها مرّة به يفتىٰ وكذا لا يشترط فيها نية اتفاقاً." (علىٰ هامش رد المحتار، ج:١، ص:٢٠٦، باب المسح على الخفين، ماجدية)

ترجمہ: اصح یہ ہے کہ پوری پٹی پر مسح شرط نہیں اور نہ دو، یا تین بار مسح شرط ہے، لہٰذا اکثر پٹی پر ایک بار مسح کافی ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ یوں ہی اس میں بالاتفاق نیت بھی شرط نہیں۔

تطییب قلب (دل کی تسلی) کے لیے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ایک بار

پورے بدن پر ہلکے ہاتھ سے پانی بہادیں اور اکثر حصے پر تر ہاتھ پھیر دیں۔ اصل فرض تو تر ہاتھ پھیرنے سے ادا ہوگا، مگر پورے بدن پر پانی بہانے سے اہلِ میت کو تسلی ہوگی کہ ایک طرح غسل ہوگیا، کنویں کی تطہیر کے باب میں اس طرح کے بھی نظائر ملتے ہیں۔ میت کے فوت ہوتے ہی ڈاکٹر اسے تین تہ کی پلاسٹک میں پیک کر دیتے ہیں، اس لیے میت کے بدن پر چپکے وائرس اندر رہ جاتے ہیں، اب وہ باہر نہیں آسکتے، لہٰذا پلاسٹک کے اوپر ایک بار مسح کر دینے یا ہلکے سے پانی بہا دینے میں از روے طب کوئی حرج و ضرر نہیں، تاہم یہ کام بھی ڈاکٹروں کو اعتماد میں لے کر اور ان سے اجازت حاصل کر کے ہی کیا جائے، اپنی مرضی سے بلا اجازت ہرگز ایسا نہ کریں۔ اجازت مل جائے تو احتیاطی تدابیر کے ساتھ صرف ایک آدمی مسح کر کے فوراً اچھی طرح وضو کر لے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹروں سے گذارش کی جائے کہ وہ اپنے لباس میں ملبوس رہتے ہوئے پانی بہا کر ہاتھ پھیر دیں، اس کے بعد نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔

**مسح کی بھی اجازت نہ ہو تو غسل معاف:**

اگر پلاسٹک کے اوپر بھی مسح کی اجازت نہ ملے تو غسل معاف ہے کہ بندہ پورے طور پر اپنا فرض ادا کرنے سے عاجز ہے۔

**نمازِ جنازہ پڑھیں یا پڑھے بغیر دفن کر دیں:**

اب کیا کریں، نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کریں یا یوں ہی دفن کر دیں۔ اصح یہ ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کریں کہ نمازِ جنازہ فرض ہے اور ادائے فرض کی کوئی اور راہ نہیں۔ ”لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا“۔ درِ مختار باب صلاۃ المریض کے ایک جزئیہ سے یہ روشنی ملتی ہے، جزئیہ یہ ہے:

”ولو قطعت يداه ورجلاه من المرفق والكعب وبوجهه جراحة صلّٰى بغيرِ طهارةٍ ولا تيمّمٍ، ولا يعيد هو الأصح وقد مرّ في التيمّم، وقيل: لا صلاة عليه اهـ.“ (على هامش رد المحتار، ج:١، ص:٥٦٤، أخر باب صلاة المريض)

ردالمحتار میں ہے: ”وقول المصنف: وبوجهه جراحةٌ ليس بقيد، لأنّ المدار على العجز عن الطهارة ولذا استشهد قاضيخان على ما اختاره من سقوط الصّلاة عن المريض العاجز عن الإيماء بالرّاس.“ اهـ (رد المحتار، ج:١، ص:٥٦٤، صلاة المريض، ماجدية)

ان جزئیات کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پاؤں سلامت نہ رہے اور چہرہ بھی زخمی ہے، غرض یہ کہ وضو سے بھی عاجز ہے اور تیمم سے بھی تو وہ جیسے بن پڑے نماز پڑھ لے، اعادہ کی حاجت نہیں، یہی اصح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر نماز ہی فرض نہ رہی۔ صاحبِ درر نے اسے اختیار فرمایا ہے۔

ہمارے اس مسئلۂ دائرہ پر روشنی یوں پڑتی ہے کہ نمازِ جنازہ میں بھی طہارت شرط ہے اور میت کی طہارت غسل یا تیمم یا مسح سے ہوتی ہے اور جیسا کہ بیان ہوا کہ ”کرونا وائرس“ کے میت کے غسل و طہارت سے بندہ ہر طرح عاجز ہے تو، اب بندے کی وسعت میں بس اتنا ہی رہ گیا کہ نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دے، طہارت سے عجز کی وجہ سے میت کو حکماً پاک مانا جائے گا اور نمازِ جنازہ صحیح ہوگی، کتاب الاکراہ میں اس کے موید جزئیات پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا ان جزئیات کے پیشِ نظر ہم یہی سمجھتے ہیں کہ پلاسٹک کے اوپر سے مسح کی بھی اجازت نہ ملے تو مسلمان ”فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ“ پر عمل کرتے ہوئے نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں اور جن ممالک یا ریاستوں میں غسل اور کفن دفن کی اجازت ہے وہاں غسل دے کر نمازِ جنازہ پڑھیں، پھر دفن کر دیں۔

**خلاصہ:** جن ممالک یا جن بلاد میں کرونا وائرس کے میت کو غسل دینے کی اجازت ہے، وہاں احتیاطی تدابیر کے ساتھ بقدرِ حاجت چند لوگ غسل دیں پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)- جہاں غسل کی اجازت نہ ہو اور لاش پلاسٹک میں پیک ہو کر ملے وہاں ڈاکٹروں سے اجازت لے کر ایک آدمی اوپر سے بھیگا ہاتھ پھیر دے، پلاسٹک کے اکثر حصے پر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے، چاہیں تو تسلی قلب کے لیے ایک بار اوپر سے پانی بہا دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳)- جہاں اس کی بھی اجازت نہ ہو وہاں صبر اور خاموشی کے ساتھ لاش لے کر بغیر مسح کیے نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں۔

جو مجبور ہوتا ہے معذور ہوتا ہے۔ راقم نے اصول و فروع کی روشنی میں یہی سمجھا کہ یہ نمازِ جنازہ صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

# محوِ حیرت ہوں یہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!!

مہتاب پیامی

**کورونا وائرس** اصل میں ایک وائرس گروپ ہے یہ وائرس ممالیہ جانوروں (یعنی دودھ پلانے والے جانوروں) اور پرندوں میں مختلف معمولی اور غیر معمولی بیماریوں کا سبب بنتا ہے، مثلاً: گائے اور خنزیر کے لیے اسہال کا باعث ہے، اسی طرح انسانوں میں سانس پھولنے کا ذریعہ بنتا ہے۔عموماً اس کے اثرات معمولی اور خفیف ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات کسی غیر معمولی صورت حال میں مہلک بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاج یا روک تھام کے لیے تاحال کوئی تصدیق شدہ علاج یا دوا دریافت نہیں ہو سکی ہے۔ موجودہ کورونا وائرس جسے (COVID-19) کا نام دیا گیا ہے، اس کا مطلب ہے ۲۰۱۹ء میں کرونا وائرس انفیکشن ذریعہ پیدا ہونے والا نمونیہ۔

اصل میں ”کورونا“ وائرسوں کے ایک پورے خاندان کا نام ہے یہ بہت پرانا وائرس ہے ۔ سب سے پہلے یہ ۱۹۳۰ء میں مرغیوں میں دریافت ہوا اس کے بعد ۱۹۴۰ء میں اس کے اثرات چوہوں میں پائے گئے۔انسانوں میں اس کے اثرات سب سے پہلے ۱۹۶۰ء میں دریافت کیے گئے، اس وقت یہ انسانوں میں خنزیر سے متعدّی ہو کر پہنچا تھا۔ اس وقت اس کو ہیومن کورونا وائرس E229 اور OC43 نام دیا گیا تھا۔ انسانوں میں اس کی اگلی دستک ۲۰۰۳ء میں سنائی دی، یہ کورونا وائرس اپنی ماہیت اور اثرات میں ۱۹۶۰ والے کورونا سے قدرے تبدیل شدہ تھا اور انسانوں کے لیے مہلک بھی اس وقت اسے SARS-CoV نام دیا گیا۔ اس کے بعد مسلسل ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء میں بھی اس کا حملہ ہو، اس وقت بالرتیب اسے HCoVNL63 اور HKUI کہا گیا۔ ۲۰۱۲ء میں ایک بار پھر اس کی آمد کا غلغلہ اٹھا مگر محدود پیمانے پر تباہ کاری پھیلا کر یہ رخصت ہو گیا۔ البتہ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ یہ ہر بار ایک نئی طاقت کے ساتھ انسانوں پر حملہ آور ہوا تاہم ۲۰۱۹ء میں جب چین کے ووہان شہر میں اس نے حملہ کیا تو یہ گذشتہ تمام وائرسوں سے زیادہ طاقت ور تھا۔ پچھلے تمام کیس کنٹرول کر لیے گئے تھے مگر COVID-19 کو آج ۴/۵ ماہ کے اندر اب تک کنٹرول نہیں کیا جا سکا ہے۔

یہ وائرس اس لیے بھی زیادہ خطرناک ہے کہ یہ انسان سے انسان کے درمیان پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ وائرس اپنی پیچیدہ میوٹیشن کی وجہ سے انسان کے دفاعی نظام کو کنفیوز کرنے کی صلاحیت حاصل کر چکا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے پھیلنے کی رفتار بہت زیادہ بڑھ چکی ہے اسی لیے اس پر قابو پانے میں پوری دنیا کو دشواری ہو رہی ہے۔

کورونا وائرس بنیادی طور پر دودھ پلانے والے جانوروں اور پرندوں کے نظامِ تنفس اور انسانوں کے نظامِ ہضم کو متاثر ہے۔ اس کے ذریعہ انسانوں کو ہونے والی بیماریوں کی اس وقت ۴ سے پانچ قسمیں ہیں۔ سب سے زیادہ پائی جانے والی قسم ”انسانی کورونا سارس“ ہے جو سارس بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ بالکل منفرد قسم کی بیماری ہے۔ اس سے اوپری اور نچلے دونوں نظام تنفس یکساں متاثر ہوتے ہیں اور بسا اوقات آنت اور معدے کا نمونیا ہو جاتا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ کورونا وائرس عام طور پر بالغ افراد کو سردی کے نزلہ کی وجہ سے سب سے زیادہ لاحق ہوتا ہے۔

عام سردی میں ہونے والے نزلہ کی طرح کورونا وائرس کے اثر کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کیونکہ وہ عام سردی کا نزلہ کے برعکس ہوتا ہے۔ اسی طرح لیبارٹری میں انسانی کورونا کی تحقیق و نشوونما بھی مشکل ہے۔ کورونا نمونیا، وائرس نمونیا یا تو براہ راست یا ثانوی جرثومی نمونیا کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

کرونا وائرس کی عام علامات میں نظام تنفس کے مسائل (کھانسی، سانس پھولنا، سانس لینے میں دشواری)، نزلہ، نظام انہضام کے مسائل (الٹی، اسہال وغیرہ) اور کل بدنی علامات (جیسے تھکاوٹ) شامل ہیں۔ شدید انفیکشن نمونیہ، سانس نہ آنے یہاں تک کہ موت کا سبب بن سکتا ہے۔

نظام انہضام میں ظاہر ہونے والی ابتدائی علامات میں ہلکی تھکاوٹ، متلی، قے، اسہال شامل ہیں۔ نظام قلبی میں ظاہر ہونے والی

ابتدائی علامات میں دھڑکن تیز ہونا، سینے میں تکلیف ہونا۔ آنکھوں میں ظاہر ہونے والی ابتدائی علامات میں آنکھ کی جھلی کی سوزش۔ بازوؤں، ٹانگوں اور پیٹھ کے نچلے حصے میں ہلکا درد۔

کچھ مریضوں میں علامات ظاہر نہیں ہوتیں البتہ متاثرہ مریض میں ہفتہ دس دن میں سانس کے مسائل ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو شدید متاثرہ مریض میں جلد بگڑ کر شدید سانس کی تکلیف کی بیماری، نظام انہضام میں تیزابیت، خون جمنے میں مسئلے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تاحال اس کا کوئی علاج نہیں دریافت کیا جاسکا ہے، البتہ امریکہ اور آسٹریلیائی سائنس دانوں نے اپنی تحقیقات میں پایا کہ ہندوستانی دوا پیراسیٹامال اور ملیریا کی عمومی دوا ہائیڈروکسی کلوروکوین کے استعمال سے اسے کسی قدر کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ البتہ احتیاطی تدابیر کے طور پر چند باتیں درج کی جاتی ہیں۔

- صابن یا گرم پانی سے بار بار ہاتھ گھلنا۔
- گندے ہاتھوں سے ناک، آنکھ اور منھ کو چھونے سے گریز کرنا۔
- متاثرہ افراد سے براہ راست اور ان کی استعمالی چیزوں سے دور رہنا۔
- کلونجی اور شہد کا استعمال کریں اس میں موت کے علاوہ ہر قسم کی بیماری سے شفا ہے، انھیں گرم پانی سے استعمال کیا جائے تو بہتر ہے۔

-*-*-*-

کورونا وائرس کے چلتے پوری دنیا تباہی اور بربادی کی دہلیز پر پہنچ چکی ہے، ذیل میں ہم ایک رپورٹ کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جس سے کورونا تباہ کاری کا قدرے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کورونا وائرس کی وجہ سے پوری دنیا کے حالات بجلی کی سی رفتار سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ اس نئے کرونا وائرس (COVID-۱۹) نے ایک کے بعد دوسرے ملک میں ظاہری استحکام کا پول کھولنا شروع کر دیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے تمام تضادات سطح پر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ ہزاروں لوگ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور لاکھوں لوگ اس کا شکار ہوئے ہیں۔ لیکن ابھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وبا اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ ہلاک ہونے والوں کی تعداد میں روزانہ ۲۰ سے ۳۰ فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ فی الحال اس کی کوئی ویکسین نہیں ہے اور کسی کے پاس حالات پر قابو پانے کا کوئی مؤثر منصوبہ نہیں ہے۔ زیادہ تر ممالک عالمی ادارۂ صحت (WHO) جیسے اداروں کی ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مرضی کے اقدامات کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ملکوں کے صحت کے شعبے جواب دے چکے ہیں اور دوسرے ممالک کے شعبہ صحت کے کارکنان آنے والے ہفتوں اور مہینوں کو لے کر خوفزدہ ہیں۔

اب یہ بیماری ترقی یافتہ ممالک سے نکل کر کچی بستیوں، جھونپڑ پٹیوں، افریقہ کے کیمپوں، برصغیر ہند و پاک اور لاطینی امریکہ جیسے علاقوں میں داخل ہو چکی ہے، جہاں حفظان صحت اور صفائی ستھرائی کے انتظامات نہ ہونے کے برابر ہیں، تو یقین واثق ہے مزید بربادی دیکھنے کو ملے گی۔ ہلاکتوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے گی۔ یہ بربادی اور افراتفری جنگی حالات جیسی ہوگی۔

اس کے نتیجے میں ابھی سے پوری دنیا کا سٹاک مارکیٹ زوال کی طرف جا رہا ہے۔ تیل کی قیمتیں گھٹتی جا رہی ہیں۔ یہ سب حکمران طبقے کی قنوطیت کا اظہار ہے۔ انہیں عالمی معیشت کی فکر لاحق ہے جو مسلسل کساد بازاری کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہے۔

چین، جو دنیا کی دوسری بڑی معیشت ہے، ماؤ کے ثقافتی انقلاب کے بعد پہلی مرتبہ منفی شرح نمو کی طرف مائل بہ زوال ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ چین میں وبا پر قابو پا لیا گیا ہے، مگر اب بھی وہاں عوامی خدمات کے شعبے بند پڑے ہیں۔ بڑی صنعتیں اپنی پیداوار دوبارہ شروع کر رہی ہیں مگر پوری دنیا کے بحران میں ہونے کی وجہ سے طلب بہت کم ہے۔ چھوٹی اور درمیانی صنعت، جہاں چین کے تقریباً ۸۰ فیصد محنت کش کام کرتے ہیں، اب تک فعال نہیں ہو سکی۔

یورپ کو شدید دھچکے کا سامنا ہے۔ خاص طور پر اٹلی کو جو یورو زون کی تیسری بڑی معیشت ہے۔ یورپی یونین نے سوائے ۲۵ بلین یورو کا فنڈ قائم کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا، جو پہلے سے ہی موجود تھا۔ تمام ممالک پر سے بجٹ کی پابندیاں اٹھالی گئیں یعنی اب ہر ملک اپنے رحم و کرم پر ہے۔ اس وقت حال یہ ہے کہ اٹلی کو یورپ سے زیادہ چین سے امداد آ رہی ہے۔ مختلف ممالک نے اٹلی کے ساتھ سفری رابطے ختم کر لیے ہیں۔ اس کے علاوہ چیک ریپبلک نے بھی بیرونی ممالک کے مسافروں کے لیے اپنی سرحدیں بند کر دی ہیں۔ فرانس، جرمنی اور دوسرے ممالک نے طبّی ساز و سامان برآمد کرنے پر پابندی لگا دی ہے۔ یہ بالکل ۲۰۰۸ء کے معاشی بحران کی طرح ہے جس سے یورپی یونین کے تضادات کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ اس سے

یورپی یونین کے مستقبل پر بھی سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔

ڈونلڈ ٹرمپ کچھ عرصہ پہلے تک یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ امریکہ اس وائرس سے محفوظ رہے گا۔ مگر اب اس نے گھبرا کر قوم پرستانہ موقف اپنالیا ہے کہ کروناوائرس ایک "غیر ملکی وائرس" ہے۔ اس نے یورپ کے تمام ممالک پر سفری پابندیاں عائد کر دی ہیں اور میکسیکو کے ساتھ سرحد پر دیوار بنانے کا دوبارہ حکم جاری کر دیا ہے، حالانکہ میکسیکو میں ابھی تک محض ۱۲ کیسز سامنے آئے ہیں۔ غالب امکان ہے کہ یہ پابندیاں امریکی معیشت کو بحران کی طرف دھکیل دیں گی۔

روس اور سعودی عرب بھی تیل کی پیداوار پر جھگڑ رہے ہیں اور اس جھگڑے کی وجہ سے تیل کی قیمت بہت گر چکی ہے۔ اس سے روس دیوالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ لبنانی ریاست پہلے ہی اپنے قرضے کی وجہ سے دیوالیہ ہو چکی ہے۔ ترکی، ارجنٹائنا، انڈیا، انڈونیشیا اور جنوبی افریقہ جیسی درمیانی معیشتیں بھی جلد یا بدیر اسی طرف آنے والی ہیں۔

حکمران طبقہ اتنے بڑے پیمانے پر بے روزگاری سے خوف زدہ ہے جس سے طبقاتی جدوجہد میں تیزی آنے کا خطرہ ہے۔ کئی ممالک میں حکومتوں نے مختلف اقدامات کرنا شروع کر دیے ہیں جن میں سرکاری اور نجی ملازمین کے لیے بیماری کی چھٹیاں شامل ہیں۔ مگر ان اقدامات سے مسائل حل نہیں ہونے والے۔ کچھ بینکوں نے مکانات کی قسطوں میں بھی کچھ مہینے کے لیے نرمی کر دی ہے۔ چھوٹے اور درمیانے درجے کی کاروباری کمپنیوں کو آسان قرضے اور ٹیکسوں میں چھوٹ دی جا رہی ہے۔ یورپی پارلیمنٹ نے رکن ممالک پر تین فیصد بجٹ خسارے کی حد ختم کر دی ہے۔ اس آفت سے نمٹنے کے لیے ریاستی اخراجات میں بے پناہ اضافہ کیا جا رہا ہے مگر اس سے مسائل حل ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

حالات اتنے زیادہ جو خراب ہوئے ہیں ان میں حکومتوں کا بڑا دخل رہا ہے۔ امریکہ میں ڈونلڈ ٹرمپ ۱۱/مارچ تک تو یہ ماننے سے ہی انکار کرتا رہا کہ بیماری سے کوئی خطرہ ہے۔ چینی حکومت کمزور معیشت کو نقصان کے خوف سے کئی ہفتے تک وبا کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے گریز کرتی رہی۔ اس کی بجائے انہوں نے اطلاع دینے والوں اور تحقیق کرنے والوں کو قید کیا اور انہیں سزائیں سنائیں۔ ایران میں حکومت نے کئی ہفتوں تک بیماری کی موجودگی سے ہی انکار کیا تاکہ پارلیمانی انتخابات کا سلسلہ چلتا رہے۔ ابھی تک حکومت بیماری کی شدت چھپا رہی ہے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق ابھی تک کورونا وائرس سے محض چند سو افراد ہلاک ہوئے ہیں، مگر غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہلاکتیں اس سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ متاثر ہونے والوں کی اصل تعداد لاکھوں میں ہو۔

یہی حالت ہندوستان میں بھی ہے، جب ایک طرف کیرل اور مہاراشٹر میں کورونا دستک دے رہا تھا اس وقت ہمارے وزیر اعظم امریکی صدر کا استقبال کرتے اور لٹی چوکھا کھاتے نظر آرہے تھے، اس وقت ان کا بیان یہی تھا کہ اس سے ہندوستانیوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، بہت سارے سیاسی فائدوں کے لیے خود ہندوستانی حکمراں طبقہ نے ہجوم جمع کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج پورا ملک لاک ڈاؤن کا شکار ہو گیا، اس کا انجام کیا ہوگا، خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

نیویارک ٹائمز نے ایک آرٹیکل میں لکھا:

"برطانیہ وائرس سے اپنی معیشت کو بچا رہا ہے، لوگوں کو نہیں۔" وزیر اعظم بورس جانسن کا انتہائی خود غرضانہ رویہ اس وقت کھل کر سامنے آیا جب اس نے ایک حالیہ انٹرویو میں بیماری کا متبادل حل پیش کرتے ہوئے کہا، "۔۔۔شاید ہمیں اس کا سامنا کرنا چاہیے، بیماری کو پھیلنے دینا چاہیے، بغیر کوئی سخت اقدامات کیے۔" دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب تھا کہ کوئی سنجیدہ اقدامات کیے بغیر ہزاروں لوگوں کو مرنے دیا جانا چاہیے تاکہ کاروبار معمول کے مطابق چلتا رہے۔ یہ مہلک رویہ سویڈن اور امریکہ جیسے دوسرے ممالک میں بھی پایا جاتا ہے، جسے WHO نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جس کا موقف ہے کے رکن ممالک کو وائرس کو پھیلنے سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان باتوں سے مالتھس ازم کی بو آتی ہے اور اس سے حکمران طبقے کی گھٹیا سوچ واضح ہوتی۔ اس خیال کے مطابق غربت، جنگیں اور وبائیں دنیا کی آبادی کم کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ لہٰذا سرمایہ دار طبقہ سوچ رہا ہے کہ اس بیماری کو پوری آبادی میں پھیلنے دینا چاہیے تاکہ "غیر ضروری" آبادی کا خاتمہ ہو سکے جن میں زیادہ تر بزرگ شامل ہیں۔ تاکہ بعد میں برطانیہ دوسرے ملکوں سے زیادہ رفتار کے ساتھ بحران سے باہر آسکے۔

اس وقت ہم دنیا کی تاریخ میں ایک نیا دور دیکھ رہے۔ بحران کا، جنگوں کا، انقلاب کا اور رد انقلاب کا دور۔ کسی تالاب میں ایک کنکر سے پیدا ہونے والی لہروں کی طرح اس بحران کے اثرات دنیا کے ہر کونے تک جائیں گے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ سماج میں پیدا

ہونے والا سب سے بڑا بگاڑ ہے۔ ہر حکومت کو بہت بڑے پیمانے پر افراتفری کا سامنا کرنا پڑے گا اور سماجی، معاشی، سفارتی اور عسکری توازن بگڑ کر رہ جائے گا۔ ہم ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ اس کی وجہ ہے۔ ملاحظہ کیجیے بی بی سی کی ایک رپورٹ:

کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے بعد دنیا بھر کے لاکھوں افراد اپنی زندگی بسر کرنے کے انداز کو ڈرامائی انداز میں بدل رہے ہیں۔ ان میں سے بہت ساری تبدیلیاں عارضی ہوں گی۔ لیکن تاریخ میں بیماریوں کے بڑے طویل مدتی اثرات مرتب ہوئے ہیں- خاندانوں کے زوال سے نوآبادیاتی نظام میں اضافے اور یہاں تک کہ آب و ہوا میں بھی۔

## چودھویں صدی کی بلیک ڈیتھ اور مغربی یورپ کا عروج:

۱۳۵۰ء میں یورپ میں پھیلنے والے طاعون کا پیمانہ خوفناک تھا، جس نے آبادی کے تقریباً ایک تہائی حصے کو ختم کر دیا۔ سمجھا جاتا ہے کہ "بوبونک طاعون" سے مرنے والے لوگوں کی بڑی تعداد کا تعلق کسان طبقے سے تھا۔ جس کے باعث زمینداروں کے لیے مزدوروں کی قلت پیدا ہو گئی۔ اس سے زراعت کے شعبے میں کام کرنے والے مزدوروں میں سودے بازی کی طاقت زیادہ بڑھ گئی۔ لہٰذا یہ سوچ دم توڑنے لگی کہ لوگوں کو پرانے جاگیردارانہ نظام کے تحت کرایہ ادا کرنے کے لیے کسی مالک کی زمین پر کام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اس نے مغربی یورپ کو جدید، تجارتی، اور نقد پر مبنی معیشت کی طرف دھکیل دیا۔

جب لوگوں کو کام کے لیے ملازمت پر رکھنا مشکل ہو گیا تو کاروباری مالکان نے لوگوں کی ضرورت کو تبدیل کرنے کے لیے لیبر سیونگ ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری شروع کر دی۔ یہاں تک کہ یہ تجاویز بھی سامنے آئیں کہ وبا پھیلنے کے بعد یورپی سامراج کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی۔ سمندری سفر اور مہم جوئی کو انتہائی خطرناک سمجھا جاتا تھا لیکن گھر میں طاعون کی وجہ سے موت کی شرح اس قدر بڑھ گئی کہ لوگ طویل سفر پر جانے کے لیے زیادہ رضامند ہونے لگے۔ اور اس سے یورپی نوآبادیات کو وسعت دینے میں مدد ملی۔ لہٰذا، معیشت کو جدید بنانے، ٹیکنالوجی میں بڑھتی ہوئی سرمایہ کاری اور غیر ملکی توسیع کی حوصلہ افزائی سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں سے مغربی یورپ کو دنیا کے ایک طاقتور ترین خطے میں شامل ہونے کی راہ ہموار ہوئی۔

## امریکہ میں چیچک کی ہلاکتیں اور موسمیاتی تبدیلی:

امریکہ کی ۱۵ویں صدی کے آخر میں نوآبادیات نے اتنے لوگوں کو ہلاک کیا جو شاید دنیا کی آب و ہوا کو تبدیل کرنے کا باعث بنا ہو۔ برطانیہ میں یونیورسٹی کالج لندن کے سائنس دانوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ یورپی توسیع کے نتیجے میں اس خطے کی آبادی ایک سو سال میں صرف پانچ یا چھ ملین رہ گئی ہے۔ ان میں سے بہت سی اموات نوآبادیاتی نظام کے علمبرداروں کی طرف سے متعارف کروائی جانے والی بیماریوں کی وجہ سے ہوئیں۔ سب سے بڑی قاتل چیچک کی وبا تھی۔ دیگر مہلک بیماریوں میں خسرہ، انفلوئنزا، بوبونک طاعون، ملیریا، ڈپتھیریا اور ہیضہ شامل تھے۔ لیکن اس خطے میں جانوں کو تباہ کن نقصان اور خوفناک انسانی مصائب کے علاوہ، پوری دنیا کو اس کے نتائج بھگتنا پڑے۔

زندہ رہ جانے والے کم افراد کی تعداد کے باعث کھیتی باڑی کے لیے استعمال ہونے والی زمین کم ہو گئی اور جنگلات میں تبدیل ہونے لگی۔ فرانس یا کینیا جتنا بڑا خطہ جو کہ تقریباً پانچ لاکھ ساٹھ ہزار مربع کلومیٹر پر مشتمل تھا، مکمل طور پر تبدیل ہو گیا۔ پودوں اور درختوں کی اس زبردست نشوونما کے نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی سطح میں کمی واقع ہوئی اور اسی وجہ سے دنیا کے بڑے حصوں میں درجہ حرارت بھی گر گیا۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اس کے ساتھ ہی بڑے آتش فشاں پھٹے اور شمسی سرگرمیوں میں کمی کی وجہ سے ایک ایسا عرصہ شروع ہوا جسے "لٹل آئس ایج" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے علاقوں میں سے ایک یورپ تھا، جسے فصلوں میں شدید نقصان اور قحط کا سامنا کرنا پڑا۔

## زرد بخار اور ہیٹی کی فرانس کے خلاف بغاوت:

ہیٹی میں پھیلنے والی وبا سے فرانس کو شمالی امریکہ سے باہر نکالنے میں مدد ملی، اور اس کے نتیجے میں امریکہ کے سائز اور طاقت میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ ۱۸۰۱ میں یورپی سامراجی طاقتوں کے خلاف غلاموں کی طرف سے ہونے والی بغاوت کی تحریک کے بعد ٹوساں لو ویختیو نے فرانس کے تعاون سے اپنی حکومت قائم کی۔ بعدازاں فرانسیسی لیڈر نپولین بوناپارٹ نے اسے زندگی بھر کے لئے گورنر مقرر کر دیا۔ اس نے جزیرے پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے اور اسے دباؤ کی غرض سے ہزاروں فوجی بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ میدان جنگ میں، کم از کم، وہ کافی حد تک کامیاب رہے۔

اگرچہ زرد بخار کا اثر تباہ کن تھا، اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ تقریباً پچاس ہزار فوجی، افسر، ڈاکٹر اور ملاح ہلاک ہو گئے تھے اور صرف تین ہزار مرد زندہ فرانس لوٹے تھے۔ افریقہ سے

پھوٹنے والی اس وبا کا مقابلہ کرنے کے لیے یورپی افواج میں کوئی قدرتی مدافعت موجود نہیں تھی۔ اپنی فوجوں کی شکست اور بدنظمی دیکھ کر نپولین نے نہ صرف ہیٹی بلکہ شمالی امریکہ میں فرانس کے نوآبادیاتی عزائم کو بھی ترک کر دیا تھا۔

ان کی افواج کے ہیٹی بغاوت کو کچلنے کے ناکام مشن کے آغاز کے صرف دو سال بعد، فرانس کے رہنما نے ۲ء۱ ملین مربع کلومیٹر اراضی امریکی حکومت کو بیچ ڈالی، جسے "لوویزیانا پرچیز" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس فروخت کے بعد ملک کا سائز دوگنا بڑھ گیا تھا۔

## افریقہ میں پایا جانے والا جانوروں کا طاعون اور افریقہ میں نوآبادیاتی توسیع:

جانوروں کو متاثر کرنے والی ایک مہلک بیماری نے افریقہ میں یورپ کے نوآبادیات کو تیز کرنے میں مدد فراہم کی۔ یہ کوئی وبا نہیں تھی جس نے لوگوں کو براہ راست ہلاک کیا، بلکہ ایک ایسی بیماری تھی جس نے جانوروں کو مار ڈالا۔ ۱۸۸۸ سے ۱۸۹۷ کے درمیان "رینڈر پیسٹ وائرس"، جسے مویشیوں کے طاعون کے طور پر بھی جانا جاتا ہے، نے افریقی مویشیوں کو نوے فیصد تک ہلاک کیا۔ یہ ہلاکتیں افریقہ، مغربی افریقہ اور جنوب مغربی افریقہ کے ہورن کی کمیونٹیز میں ہوئیں جہاں اس نے تباہی مچا دی۔ مویشیوں کے نقصان سے افلاس، معاشرے میں خرابی اور مہاجرین کے فرار ہونے کے کئی واقعات ہوئے۔ یہاں تک کہ فصلوں کے اگانے والے علاقوں پر بھی اثر پڑا، کیونکہ بہت سے لوگوں نے زمین پر ہل چلانے کے لیے بیلوں پر منحصر تھے۔ اس بیماری کی وجہ سے افراتفری کے باعث یورپی ممالک کو انیسویں صدی کے آخر میں افریقہ کی بڑی آبادیاں آباد کرنا آسان ہو گیا۔ ان کا منصوبہ رینڈر پیسٹ یا جانوروں کے طاعوں کی وبا پھوٹنے سے چند سال قبل شروع ہوا تھا۔ ۱۸۸۴ سے ۱۸۸۵ میں برلن میں منعقدہ ایک کانفرنس میں برطانیہ، فرانس، جرمنی، پرتگال، بلجیم اور اٹلی سمیت یورپ کے ۱۴ ممالک نے افریقی علاقے پر اپنے دعوؤں پر بات چیت کی، جس کو باقاعدہ شکل دے کر نقشہ سازی کر دی گئی۔ براعظم افریقہ پر اس کا اثر زلزلہ خیز تھا۔

۱۸۷۰ کی دہائی میں افریقہ کا صرف دس فیصد حصہ یورپی کنٹرول میں تھا، لیکن ۱۹۰۰ تک یہ بڑھ کر نوے فیصد ہو چکا تھا۔ اور اس اراضی پر قبضہ رینڈر پیسٹ پھیلنے کی وجہ سے افراتفری کی مدد سے ہوا۔ اٹلی نے ۱۸۹۰ کی دہائی کے اوائل میں اریٹیریا کا رخ کیا۔ اقوام متحدہ کی افریقہ کی ایک تاریخ بیان کرتی ہے کہ کس طرح نوآبادیاتی نظام اس علاقے میں آیا جہاں پہلے ہی معاشی بحران تھا۔

## چین میں طاعون اور منگ خاندان کا زوال:

منگ خاندان نے تقریباً تین صدیوں تک چین پر حکومت کی۔ اس دوران اس نے مشرقی ایشیا کے ایک وسیع حصے پر بہت بڑا ثقافتی اور سیاسی اثر و رسوخ قائم کیا۔ لیکن طاعون کی وبا کی وجہ سے یہ سب کچھ تباہ کن انجام تک پہنچا۔ ۱۶۴۱ میں ایک وبا شمالی چین پہنچی، جس سے کچھ علاقوں میں بیس سے چالیس فیصد کے درمیان آبادی ہلاک ہو گئی۔ طاعون اس وقت پھیلا جب خشک سالی اور ٹڈی دل کا بھی سامنا تھا۔ کھیتوں میں فصلیں تباہ ہو گئیں، اور لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا۔ کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے وبا سے مرنے والے افراد کی لاشوں کو کھانا شروع کر دیا تھا۔ یہ بحران شاید "بوبونک طاعون" اور ملیریا کے امتزاج کی وجہ سے ہوا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شمال سے آنے والے حملہ آور اپنے ساتھ لائے ہوں، جو بالآخر عظیم منگ خاندان کو ختم کرنے کا سبب بنی۔ بالآخر اس وبا نے منگ خاندان کا خاتمہ کر ڈالا۔

بی بی سی کی یہ رپورٹ آپ نے ملاحظہ کی۔ کس طرح قدرتی وباؤں نے انسانی تاریخ اور دنیا کے جغرافیے کو متاثر کیا۔

کرونا وائرس کے خوفناک رفتار سے سے پھیلاؤ نے دنیا بھر کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششیں بھی اس مرض کو روکنے میں ناکام ہو گئی ہیں، ہر نیا دن کرونا جیسی بیماری میں مبتلا ہونے والے افراد کی تعداد میں اضافے کی بری خبر لے کر آتا ہے، مریضوں کا علاج کرنے والے خود مریض بن گئے اور پھر لقمہ اجل بن کر رہ گئے، امریکہ، یورپ، چین اور دیگر ممالک کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے ممالک بھی اس موذی وبا کا شکار ہو رہے ہیں، جن میں ایران، سعودی عرب، افغانستان، ترکی اور پاکستان بھی شامل ہے، اس عالمی وبا کے بعد دنیا بھر میں قرنطینہ کی اہمیت اور سماجی رابطوں کو کم کرنے اور فاصلے بڑھانے کی حکمت عملی اپنائی گئی، لیکن سماجی فاصلوں کو کم کرنے کے معاملات پر بہت سارے سوالات نے جنم لیا۔ لیکن یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کورونا کے بعد والی کورونا سے پہلے والی دنیا سے بالکل الٹ ہو گی۔ یقین جانیے آنے والا کل ہمارے اور آپ کے لیے بدلاؤ کا ہو گا۔ اس کے لیے تیار رہیے۔

قدرت اسی طرح تاریخ کے دھارے کو موڑتی ہے اور انسان اپنی بے بس آنکھوں سے دیکھتا رہ جاتا ہے، چاہ کر بھی کچھ کر نہیں پاتا۔ ■■■

# ختم نبوت کے تحفظ میں
# امام احمد رضا کا کردار

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

**ہمارے** پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہے۔ اب جو کوئی بھی ظلی یا بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ خبیث کافر، مرتد، زندیق اور واجب القتل ہے۔ اسی پر ساری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ عہد رسالت مآب ﷺ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ پھر عہد صدیقی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کثیر تعداد نے اپنی جانوں پر کھیل کر مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے یہ پہلا وہ عظیم جہاد ہے جس میں بارہ سو (۱۲۰۰) سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جام شہادت نوش کر کے دنیا پر اس کی اہمیت وافادیت ہمیشہ کے لیے واضح فرمادی تھی۔ اسی طرح تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین نے ہر دور میں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اپنا اولیں فرض سمجھا۔

برصغیر میں جب قادیان سے مرزا غلام احمد آنجہانی مسیلمہ پنجاب بن کر سامنے آیا تو اہل ایمان نے اس خبیث کا خوب خوب تعاقب کر کے ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان محافظین ختم نبوت میں مجدد دین وملت الشاہ الحافظ القاری اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کا کردار نہایت روشن اور نمایاں رہا، بلکہ آپ کے سارے خانوادے کو ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے ہی سے شہرت ملی۔

مولانا احسن نانوتوی (م ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) نے جب حدیث اثر ابن عباس کی بنیاد پر اپنے اس عقیدے کا اعلان کیا کہ: "رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی ہر طبقہ زمین میں ایک ایک "خاتم النبیین" موجود ہے تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی رئیس المتکلّمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) نے ان کی بروقت گرفت فرمائی اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو گمراہ اور خارج اہل سنت قرار دیا۔ نہ صرف بریلی بلکہ بدایوں اور رام پور کے مشاہیر علمائے کرام نے بھی آپ کے مؤقف کی حمایت میں اپنے فتاویٰ صادر فرمائے۔ یوں برصغیر میں فتنۂ انکار ختم نبوت کا باضابطہ پہلا رد سرزمین بریلی شریف کے حصے میں آیا۔

۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲) نے کتاب "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" لکھ کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دنیائے ارضی پر دوبارہ تشریف آوری قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کر کے مرزا آنجہانی کے مکروفریب کا پردہ فرمایا۔

۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ" لکھ کر ختم نبوت کے مطلب ایمانی ایک سو بیس اور منکرین ختم نبوت پر تیس نصوص کے تازیانے برسائے اس پر عرب وعجم کے علمائے کرام نے تصدیقات بھی فرمائیں۔ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں آپ نے "السؤ والعقاب علی المسیح الکذاب" لکھ کر دس وجوہ سے قادیانی آنجہانی کا کفر ظاہر وباہر کر کے فرمایا کہ یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔

۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ھ) کی عربی زبان میں لکھی گئی بلند پایہ کتاب "المعتقد المنتقد" پر نہایت ہی عالمانہ انداز میں "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" کے نام سے عربی

میں حواشی لکھے جن کا اردو زبان میں ترجمہ تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان الازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء) کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ ان حواشی میں بھی آپ نے گمراہ فرقوں اور ان کے سرغنوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزا قادیانی آنجہانی کے بارے میں صاف صاف فرمایا: " یہ مرزا ان جھوٹے دجالوں میں سے ہے جن کے خروج کی خبر صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی، یہ دجال مرزا قادیانی اس زمانے میں موضع قادیان واقع پنجاب میں نکلا۔

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں برادر اعلیٰ حضرت شہنشاہ سخن مولانا محمد حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) نے بریلی شریف سے ختم نبوت کے تحفظ کے لئے رد قادیانیت پر پہلا باضابطہ ماہوار رسالہ جاری کیا، اس کا تاریخی نام "قہر الدیان علی مرتد القادیانی" رکھا اس کے اجراء میں آپ کو کثیر احباب کا تعاون حاصل تھا ان میں سے پچاسی (۸۵) معاونین کے اسمائے گرامی رسالے کے اندرون سرورق پر شائع ہوئے تھے اس کے پہلے شمارے میں قادیانیت کے رد میں آپ کا مقالہ "ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری" کا پہلا حصہ بھی شائع ہوا تھا۔ اللہ اللہ، برادر اعلی حضرت، رد قادیانیت میں کتنے متحرک تھے۔

۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک اہم قدم یہ اٹھایا کہ برصغیر کے چند گستاخوں کی کفریہ عبارات پر علمائے حرمین شریفین کی اکثریت سے تصدیقات و فتاویٰ حاصل کئے اور پھر اسے " حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین " کا تاریخی نام دیا۔ اس میں مرزا آنجہانی کی کفریات وارتداد پر فتویٰ کفر نمایاں اور سر فہرست ہے۔

۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں آپ کی مشہور کتاب "المبین ختم النبیین " سامنے آئی جس میں آپ نے ثابت فرمایا کہ مشہور آیت ختم نبوت میں " الف لام " استغراقی ہے، عہد خارجی کا لام نہیں، یعنی ہر قسم کے خاتم ہمارے آقا و مولا خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ کے بعد کسی طرح کی نبوت کا امکان نہیں۔

۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں آپ کے قلم فیض اثر سے "باب العقائد والکلام " المعروف "گمراہی کے جھوٹے خدا" نامی رسالہ سامنے آیا اس میں آپ نے مختلف فرقوں کے "تصور توحید" کو طشت ازبام فرمایا اور قادیانی آنجہانی کے "جھوٹے خدا" کی بھی قلعی کھول کر رکھ دی ہے کہ قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے العیاذ باللہ۔

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء۔ میں مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک مرید کے خواب و بیداری میں کلمۂ طیبہ کی جگہ اور درود شریف میں بھی ان کا نام لینے پر زبر دست گرفت فرمائی اور "الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی" میں ان کی خبر لی۔ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء۔ میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کل ہند جماعت رضائے مصطفی "کا قیام عمل میں لایا۔ اس کے اغراض و مقاصد میں، پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و عظمت کا تحفظ سر فہرست تھا، جماعت نے اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ اور فتنۂ ارتداد کے رد میں نہایت موثر کام کیا۔ مرزائیوں کی فتنہ سامانی کا جماعت رضائے مصطفے کے مناظرین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، قادیانیوں کو جماعت کے مقابلے میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی نہیں بلکہ جماعت رضائے مصطفےٰ نے نشر واشاعت کے محاذ پر قادیانیت کے رد میں قلمی معرکۂ آرائیاں بھی جاری رکھیں ،اسی جماعت کے زیر اہتمام رد قادیانیت میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ان کے صاحبزادگان، خلفاء و تلامذہ اور متعلقین کی کتابیں بھی شائع ہو کر عالم ہوئیں۔

۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو پیلی بھیت سے شاہ میر خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مرزائیوں کے چند اعتراضات استفتاء کی صورت میں بھیجے آپ نے علالت کے باوجود" الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی "(۱۳۴۰ھ) جیسے تاریخی نام سے یہ رسالہ سپرد قلم فرمایا، جس کے نام کا اردو میں ترجمہ "قادیانی مرتد پر خدائی تلوار" ہے، یہ رضا کے نیزے کی مار ہے۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ محافظ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ اللہ اللہ، آپ کا آخری قلمی جہاد بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے تھا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

آپ کے فرزند اصغر مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ایک یادگار رسالہ "تصحیح یقین بر ختم نبیین " رقم فرمایا۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

صدر الشریعہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "بہار شریعت " کے آغاز ہی میں فتنۂ قادیانیت کی

خوب نقاب کشائی فرماکر امت مسلمہ کو اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اسی طرح آپ نے ہمارے ضلع اٹک کے معروف سنی عالم دین علامہ مولانا قاضی غلام گیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء) کی کتاب "تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی" اپنے اہتمام سے بریلی شریف سے شائع فرماکر عام کی تھی۔

اسی طرح آپ کے خلیفہ مولانا قاضی عبدالغفور شاہ پوری رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ البیان فی جواب سوالات اہل القادیان"، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء) نے مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے اور کتاب "مرزائی حقیقت کا اظہار" بھی لکھی۔ علامہ مفتی غلام جان ہزاروی رحمہ اللہ علیہ (م۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) نے سیف رحمانی علی راس القادیانی" لکھی۔

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) نے "اکرام الحق کی کھلی چھٹی کا جواب"، کرشن قادیانی کے بیانات ہزیانی"، قادیانی مسیح کی نادانی اس کے خلیفہ کی زبانی" لکھیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ نعت "حدائق بخشش" میں بھی کئی ایسے اشعار ملتے ہیں جن سے عقیدہ ختم نبوت مترشح ہے مثلاً:

سب سے اول سب سے آخر
ابتداء ہو، انتہاء ہو
سب تمھاری ہی خبر تھے
تم مؤخر مبتدا ہو

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم
والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ کلام "تحائف بخشش" سے دو شعر ملاحظہ ہوں:

ھوالاول ھوالآخر ھوالظاھر ھوالباطن
بکل شیٔ علیم لوح محفوظ خدا تم ہو
نہ ہوسکتے ہیں دو اول نہ ہوسکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو

اسی طرح آپ کے فرزند اصغر مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ کلام "سامان بخشش" میں بھی عقیدہ ختم کے تحفظ کے لئے سامان موجود ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

تم ہو فتح باب نبوت، تم سے ختم دور رسالت
ان کی پچھلی فضیلت والے، صلی اللہ علیک وسلم
تمہیں سے فتح فرمائی تمہیں پر ختم فرمائی
رسل کی ابتدا تم ہو نبی کی انتہا تم ہو
تمھارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن
نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیاء تم ہو

مملکت خداداد پاکستان میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی نمایاں کردار اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و تلامذہ کی اولاد امجاد کا رہا، بلکہ ان دونوں تحریکوں کی فعال قیادت بھی علمائے اہل سنت ہی تھی۔ ان میں مجاہد ملت علامہ محمد عبد السّتار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار تو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ان کی ان تھک کاوشوں سے ہی مملکت خداداد پاکستان نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو سرکاری طور پر بھی قادیانیوں اور ان کے گماشتوں کو کافر قرار دیا تھا۔ اسی ۲۰۱۷ء میں بھی جب ختم نبوت کی شق کو چھیڑا گیا تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے عقیدت مند علماء میدان عمل میں سامنے آئے اور کلمۂ حق بلند فرمایا۔ ان میں علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا قائدانہ کردار پوری دنیا نے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ہماری موجودہ قیادت کو بیداری عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین۔ ☆☆☆

# خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف
## تعلقات وروابط

مولانا محمد عابد چشتی

**برصغیر** ہندوپاک کی وہ خانقاہیں جن کی علمی، روحانی، تبلیغی اور مسلکی خدمات کا دائرہ کئی صدیوں پر محیط ہے اور جہاں سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو ہدایت کا سراغ ملا ان میں ایک نام خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کا بھی ہے جہاں علم وہنر، فضل وکمال، روحانیت وتصوف اور طریقت ومعرفت کے ایسے آفتاب وماہتاب چمکے جنھوں نے سات صدیوں تک اپنی ضیا بار کرنوں سے کفر وگمراہیت اور بدعملی کی تاریک فضا میں ہدایت ورہنمائی اور اصلاح وارشاد کے اجالے بکھیرے اور مذہبی خدمات کے حوالے سے جس کے تابناک ماضی کا تسلسل پورے علمی طمطمے کے ساتھ آج بھی برقرار ہے۔ خانقاہ قادریہ کی اسی زریں تاریخ کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ عبدالحکیم شرف قادری تحریر فرماتے ہیں:

”یہ حقیقت حیرت انگیز ہے کہ اس وقت سے (قاضی دانیال قطری سے) لے کر آج تک آٹھ سو سال کا طویل ترین عرصہ اس طرح گذرا ہے کہ یہ عثمانی خانوادہ ارباب علم وفضل اور اصحاب تقویٰ وطہارت ہستیوں سے کبھی خالی نہیں رہا، یہ وہ سرمایۂ صد افتخار ہے، جس میں ہند وپاک کا کوئی خاندان اس خاندان کا مدمقابل دکھائی نہیں دیتا“۔(۱)

دینی اور ملی خدمات کے اسی مزاج اور مقصدیت کا نتیجہ تھا کہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے ساتھ ملک کی تمام تر چھوٹی بڑی خانقاہوں کے گہرے اور اخلاص آمیز تعلقات وروابط استوار رہے، جو ملی اتحاد اور مسلکی اتفاق کے حوالے سے تاریخ کا ایک تابناک اور قابل رشک باب بھی قرار دیا جاسکتا ہے، جس کے پس پشت صرف خلوص وللّٰہیت، دینی تعلیمات اور مسلک حق کی اشاعت وفروغ کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی اور تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی کا عہد خانقاہی روابط کی حیثیت سے خانقاہ قادریہ بدایوں کا سنہری دور رہا ہے جس میں ملک کی تمام تر قدیم وجدید خانقاہوں کے ساتھ اثر پذیری اور اثراندازی دونوں جہتوں سے تعلقات ونسبت کی کیف آگیں فضا مسلک حق کی ترویج واشاعت کی راہیں مہکار ہی تھی۔

غیر منقسم ہندوستان کی وہ عظیم خانقاہیں جن کے خانقاہ قادریہ بدایوں کے ساتھ خوشگوار مسلکی تعلقات، مضبوط علمی روابط اور بامقصد فکری ہم آہنگی رہی ہے ان میں خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کا نام کئی جہت سے نمایاں اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں ملک کی ان دونوں علمی اور روحانی خانقاہوں کے باہمی روابط، جہات اور ان روابط کے صالح اثرات ونتائج پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کا شمار ملک کی ان معتمد خانقاہوں میں ہوتا ہے جہاں سے مذہب ومسلک کی دعوت، عقیدہ وعمل کی اصلاح اور باطل افکار ونظریات کے خلاف ہمہ گیر مہم چلانے کا کام اتنے منظم اور تسلسل کے ساتھ کیا گیا کہ جس کے اثرات پورے ہندوستان میں محسوس کیے گئے۔ خانقاہ صمدیہ کے بانی صدر مجلس علمائے اہل سنت، حافظ بخاری سید شاہ خواجہ عبدالصمد چشتی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی اسلامیان ہند کے لیے غیر مانوس نہیں ہے، مسلک حق کی ترویج واشاعت، عقائد اہل سنت کی حفاظت اور باطل نظریات کے خلاف آپ کی ہمہ جہت خدمات کا اعتراف پوری ملت اسلامیہ کو ہے جس کا ذکر کیے بغیر ہندوستانی پس منظر میں اہل سنت کی دعوتی اور تبلیغی کارگذاریوں کی تاریخ کبھی مکمل نہیں ہوسکتی ہے۔

حافظ بخاری خواجہ سید عبدالصمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل وطن سہسوان ضلع بدایوں ہے، مگر آپ کے اولین سوانح نگار علامہ ظہیر السجاد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق آپ نے کسی امر الٰہی کے تحت اپنی دعوت وتبلیغ اور دینی خدمات کا مرکز ایک دور افتادہ، پسماندہ اور چھوٹے سے قصبے ”پھپھوند

شریف" کو بنایا جہاں ۱۳۰۴ھ میں خانقاہ صمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔[۲] جس نے دیکھتے دیکھتے پورے ہندوستان میں گراں قدر مذہبی خدمات، مسلکی اور سیاسی سرگرمیوں کے حوالے سے اپنی منفرد اور امتیازی شناخت قائم کرلی ۔یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ دعوت وتبلیغ اور مسلک حق کی اشاعت کے لیے بین خانقاہی روابط کا ہونا ناگزیر ہے جس کے بغیر دعوت وارشاد کا عمل ہمہ گیریت کی طرف نہیں آسکتا ہے۔ اس پس منظر میں خانقاہ صمدیہ کی ڈیڑھ سوسالہ مذہبی خدمات کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خانقاہ صمدیہ نے ملک کی تمام معتمد خانقاہوں کے ساتھ مل کر دعوت وتبلیغ اور حق کی رہنمائی کی ملک گیر مہم چھیڑ رکھی تھی، جس کے نتیجہ میں ملک کی تمام متحرک خانقاہوں کے ساتھ خانقاہ صمدیہ کے روابط کا ایک مضبوط نیٹ ورک دیکھنے کوملتا ہے، جہاں یہ ایک تاریخی سچائی ہے، وہیں یہ بات بھی حقائق و شواہد کی روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلی اہل سنت کی تمام روحانی خانقاہوں میں خانقاہ قادریہ بدایوں کے ساتھ خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کے تعلقات وروابط میں جو تنوع، کثیر الجہاتی اور انفرادیت پائی جاتی ہے شاید ہی یہ خصوصیت کسی دوسری خانقاہ کے حصے میں آئی ہو۔

ان دونوں خانقاہوں کے بیچ روابط کی جہت علمی بھی ہے، تبلیغی اور دعوتی بھی ہے اور ملک کے سیاسی منظر نامے پر جب خانقاہ قادریہ بدایوں کی شاہین صفت شخصیات ابھر کر سامنے آتی ہیں تو اس میدان میں بھی خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کی روحانی اور صاحب بصیرت شخصیات چاپ سے چاپ ملا کر چلتی ہوئی نظر آتی ہیں اور پھر آگے چل کر ان دونوں خانقاہوں کے درمیاب روابط کے باب میں " ربط مصاہرت " کے ایک اور خوبصورت، محبت آمیز اور پر مسرت باب کا اضافہ ہوجاتا ہے جو خانقاہ صمدیہ کو ملک کی دیگر خانقاہوں میں انفرادیت کا احساس دلاتا ہے۔ جہاں تک میری معلومات کام کر رہی ہے خانقاہ قادریہ بدایوں کے ملک کی کسی دوسری خانقاہ کے ساتھ روابط وتعلقات میں اتنا تنوع دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔ قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

## علمی روابط:

خانقاہ قادریہ اور خانقاہ صمدیہ کے مابین علمی روابط کی بنیاد خود خانقاہ صمدیہ کے وجود میں آنے سے پہلے پڑ چکی تھی۔ در اصل خانقاہ صمدیہ کے بانی صدر مجلس علمائے اہل سنت حافظ بخاری خواجہ سید عبد الصمد چشتی رضی اللہ عنہ کی باکمال اور ہمالیائی شخصیت خانقاہ قادریہ بدایوں ہی کی علمی اور روحانی فضا میں پروان چڑھی ہے۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں جب آپ کے والد گرامی مجاہد آزادی حضرت علامہ سید غالب حسین رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں نے حکومت سے بغاوت کے جرم میں شہید کیا اس وقت حافظ بخاری رضی اللہ عنہ کی عمر محض ۴/سال کی تھی، گیارہ سال کی عمر تک آپ نے حضرت علامہ سخاوت حسین رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل فرمائی اور اس کے بعد مدرسہ قادریہ بدایوں میں داخلہ لیا جہاں اپنے وقت کی دو عظیم روحانی شخصیتیں حضرت سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی اور ان کے فرزند تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی اپنا علمی فیضان تقسیم کر رہی تھیں۔ حافظ بخاری خواجہ عبدالصمد چشتی رضی اللہ عنہ نے مدرسہ قادریہ میں انہیں دو شخصیتوں کی زیر نگرانی عقلی ونقلی علوم کی تکمیل فرمائی، خود علامہ فضل رسول بدایونی درس دیتے اور آپ کے فرزند تاج الفحول رضی اللہ عنہ پچھلی کتابوں کا دور کرواتے۔[۳] خانقاہ قادریہ سے ملنے والے اسی علمی فیضان نے دونوں خانقاہوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے روابط و تعلقات کی مستحکم بنیاد قائم کر دی جس میں " اثر پذیری " اور " اثر اندازی " دونوں جہتوں کا حسین امتزاج تھا حافظ بخاری رضی اللہ عنہ خانقاہ قادریہ سے اپنی نسبت علمی کا تاحیات برملا اعتراف کرتے رہے جس کا منھ بولتا ثبوت آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ کے قلم حق نما سے جتنی علمی اور تحقیقی نگارشات معرض وجود میں آئیں ان میں اکثر تصانیف کی ابتدا آپ ان جملوں سے کرتے ہیں: " احقر الطلبہ مدرسہ قادریہ سید عبد الصمد سہسوانی کہتا ہے " اس چھوٹی سے سطر کے بین السطور سے اپنے مادر علمی مدرسہ قادریہ کے تئیں حافظ بخاری رضی اللہ عنہ کی محبت، لگاؤ، احسان شناسی اور علمی فیضان کی جو خود اعترافی جھلک رہی ہے اس کو سامنے رکھ کر خانقاہ صمدیہ اور خانقاہ قادریہ کے مابین علمی روابط کی نوعیت اور اس کی گہرائی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حافظ بخاری خواجہ عبد الصمد چشتی رضی اللہ عنہ کے خانقاہ قادریہ بدایوں کی ذی علم اور کیمیا گر شخصیات کے ساتھ تاحیات علمی روابط رہے جو افادہ اور استفادہ تک محدود نہیں تھے بلکہ جب بھی خانقاہ قادریہ بدایوں پر غیروں کی طرف سے اوچھے حملے کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی اور بدایونی نظریات اور مسلک کو چیلنج کرنے کی جسارت ہوئی تو ایک بلند حوصلہ اور باغیرت شاگرد کی طرح حافظ بخاری رضی اللہ عنہ پورے علمی جاہ وجلال کے ساتھ خانقاہ قادریہ بدایوں کا مضبوط دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یوں دونوں خانقاہوں کے مابین علمی روابط میں استاد کی

شفقت اور شاگرد کی غیرت و حمیت کا رنگ ان رابطوں کو مزید مستحکم ،مضبوط، غیر متزلزل اور پر خلوص بنا دیتا ہے۔ چناں چہ:

سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۲۶۵ھ میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی اشارے پر فتنہ وہابیت کے خلاف معرکۂ آرا کتاب ”بوارق محمدیہ“ تحریر فرمائی جس نے ایوان وہابیت میں لرزہ پیدا کر دیا۔ کتاب اپنے مندرجات، دلائل، تحقیق اور ناقابل تردید مباحث و شواہد کی بنیاد پر وہابی نظریات پر بجلی بن کر گری اور خرمن باطل کو خاکستر کر کے رکھ دیا[۴]۔ بوارق محمدیہ کی طباعت کے ۱۵/ سال کے بعد یعنی ۱۲۸۰ھ میں وہابی مکتب فکر کی مشہور شخصیت مولانا بشیر الدین قنوجی کے سر میں بوارق محمدیہ کا جواب لکھنے کا سودا سمایا۔ بشیر الدین قنوجی شاہ اسماعیل دہلوی کے نظریات کے نہ صرف حامی بلکہ پرجوش مبلغ تھے۔ انہوں نے ۱۲۸۰ھ میں کتاب کا پہلا رد شائع کیا اور اس کے ۸/سال کے بعد یعنی ۱۲۸۸ھ میں بوارق محمدیہ کے دیگر مضامین پر دوبارہ تردیدی تحریر شائع کی، پورے مجموعہ کا نام ” الصواعق الالٰھیہ لطرد الشیاطین للھانیۃ“ رکھا گیا اور خوب بغلیں بجائی گئیں کہ ہم نے جواب دے دیا۔ مگر بشیر الدین قنوجی اور ان کے ہم نواؤں کی ساری خوشی اس وقت کافور ہو گئی جب خانقاہ قادریہ کی بافیض درسگاہ کا بافیض شاگرد، دنیا جسے حافظ بخاری کے نام سے جانتی ہے، اپنا حق شاگردی ادا کرتے ہوئے میدان میں خم ٹھونکتا ہوا نظر آیا حافظ بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استاد کی کتاب کے خلاف لکھی تحریروں کا ترکی بترکی جواب دیا اور اتنا زبردست علمی تعاقب کیا کہ جس نے مدمقابل کو ” بغلیں بجانے “ کے بجائے ”بغلیں جھانکنے “ پر مجبور کر دیا۔ بشیر الدین قنوجی کی کتاب کے رد میں آپ نے دو تحقیقی اور تنقیدی رسالے ” طوارق صمدیہ “ اور ”جمع تلبیسات صواعق “تحریر فرمائے جس میں آپ نے بشیر الدین قنوجی کی کتاب کی ایک ایک سطر پر اتنی مضبوط علمی گرفت فرمائی کہ سوائے خاموشی کے قنوجی صاحب کو اور کوئی راستہ نظر نہیں آیا اور اس طرح ”قنوجی فتنے “کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی آپ نے دم لیا۔

مذکورہ گفتگو سے یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ خانقاہ صمدیہ اور خانقاہ قادریہ بدایوں کے درمیان کس قسم کے اور کتنے مضبوط علمی روابط رہے ہیں۔

## تبلیغی روابط:

ہندوستان میں بیسویں صدی کا نصف اول مسلک و مذہب اور عقیدہ و ایمان کے حوالے سے بڑا کشمکش، افراتفری اور ہمہ ہمی کا زمانہ رہا ہے، جہاں سینکڑوں گمراہ فتنے وجود میں آکر اسلام کے بنیادی اور مسلمہ عقائد میں سیندھ لگانے کی کوشش کر رہے تھے اور ان فتنوں کی مسلسل ریشہ دوانیوں سے ہندوستانی مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد مسلک حق سے منحرف ہو کر باغی ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے ماحول میں ملک کی تمام خانقاہوں سے ارباب فضل و کمال، صاحبان جبہ و دستار، ذی علم شخصیات اور قوم و ملت کا درد رکھنے والے علمائے کرام اور مشائخ عظام کی مقدس جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور تقریر و تحریر، وعظ و ارشاد، تبلیغ و تفہیم اور اپنی مساعی جمیلہ سے ان فتنوں کے بڑھتے سیلاب کو روک کر اسلامیان ہند کے ایمان و عقیدہ کے تحفظ کا فریضہ پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا۔ اس تناظر میں خانقاہ قادریہ بدایوں اور خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کا کردار جہاں انفرادی سطح پر ممتاز اور درخشندہ نظر آتا ہے وہیں مسلک حق کی ترویج و اشاعت، فکر و عمل کی تبلیغ اور وہابیت، دیوبندیت، نجدیت، غیر مقلدیت، شیعیت، رافضیت، خارجیت جیسے تمام فتنوں کے خلاف محاذ آرائی میں دونوں خانقاہوں کی ہم آہنگی اور متحرک روابط تاریخ کا روشن باب ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ گمراہ فرقوں کی جانب سے خود کو برحق ثابت کرنے کے لیے ہمیشہ فریب سے کام لیا جاتا رہا ہے جس میں ایک صورت یہ بھی اپنائی جاتی تھی کہ اہل سنت کی مسلمہ شخصیات کے تحریرات، بیانات اور ان کے کسی عمل کو مخصوص حالات و کوائف اور پس منظر سے قطع نظر غایت چابک دستی سے کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا جوڑ کر اپنی تائید میں پیش کر کے یہ جماعتیں اپنے باطل افکار و نظریات کا محل کھڑا کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف اور خانقاہ قادریہ بدایوں کے درمیان مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں جو فکری ہم آہنگی، نظریاتی تبادلے، اور عملی سرگرمیوں کا تال میل تھا، گمراہ جماعتوں کی طرف سے اسے زک پہچانے کی بھرپور کوشش کی گئی، افواہیں پھیلائی گئیں، غلط باتیں منسوب کی گئیں تاکہ دونوں خانقاہیں دست و گریباں ہو کر اپنے اتحاد و اتفاق کا جنازہ نکال دیں اور گمراہیت کو اپنے بال و پر پھیلانے کا موقع ہاتھ آ جائے مگر دونوں خانقاہوں کے درمیان خلوص و للّٰہیت اور نیاز مندی کی جو فضا قائم تھی اس نے ناچاقیوں کے ان جراثیم کو پنپنے ہی نہیں دیا۔ چناں چہ:

۱۳۱۱ھ میں جب کانپور کی سرزمین سے صلح کلیت کا فتنہ ”ندوۃ

العلما" کا خوبصورت چولا اوڑھ کر نمودار ہوا تو ابتدا میں علماے اہل سنت کی معتبر جماعت اس تحریک سے منسلک ہوگئی، مگر جیسے ہی ندویت کی آڑ میں چھپا "صلح کلیت" کا مکروہ چہرہ سامنے آیا تو اہل سنت کے تمام علما و مشائخ نے نہ صرف اس تحریک سے اپنا دامن جھاڑ لیا بلکہ "تحریک ندوۃ العلما" اور اس کے خطرناک عزائم کو بھانپتے ہوئے اس کے خلاف زبردست آواز بلند کی اور تحریک ندوۃ العلما کی تردید و ابطال کا سلسلہ چل نکلا۔ اراکین ندوی نے اپنی حقیقت کو چھپانے کے لیے نہ صرف عوامی سطح پر فریب سے کام لیا بلکہ ہندوستان کے علما و مشائخ کو بھی تحریک کی مخالفت کرنے پر گمراہ کرنے اور حقیقت چھپا کر ملمع سازی سے کام لینے کی کوشش کی، یہی وجہ ہے کہ تحریک ندویت کی تردید میں خانقاہ قادریہ کی علمی اور عہد ساز شخصیات میں تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر بدایونی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی امتیازی مقام رکھتی ہے۔ آپ نے ہر محاذ پر تحریک ندویت کا زبردست تعاقب کیا اور علمی و تنقیدی زاویے سے اسے کیفر کردار تک پہچایا۔ مگر حضرت تاج الفحول رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بھی باطل اپنی چال چلتا ہوا نظر آیا۔ آپ کی جانب سے مخالفت کا سامنا کرنے پر تحریک ندویت کے حامیوں نے آپ کے سامنے یہ شوشہ چھوڑا کہ:

"آپ تو مخالفت کرتے ہیں جبکہ آپ کے شاگرد حافظ بخاری خواجہ عبد الصمد چشتی رضی اللہ عنہ نہ صرف حامی بلکہ تحریک ندویت کے ایک ممبر بھی ہیں؟"

چوں کہ یہ ایک سنگین قسم کا الزام تھا جو حافظ بخاری رضی اللہ عنہ پر لگایا جا رہا تھا، اس لیے خانقاہ قادریہ کی عظیم روحانی شخصیت اور حافظ بخاری رضی اللہ عنہ کے مشفق استاد تاج الفحول رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کی تہ تک پہنچ کر حقیقت حال سے آگاہی کے لیے فوراً حافظ بخاری کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کے بین السطور سے اخلاص، محبت، حقیقت پسندی، رواداری اور دونوں خانقاہوں کے بیچ علمی اور تبلیغی روابط کی خوشبو پھوٹتی ہوئی نظر آ رہی ہے، مبارک خط کی ابتدائی چند سطریں ملاحظہ کریں، لکھتے ہیں:

"بجناب مکرمی معظمی مولوی حافظ سید شاہ عبد الصمد صاحب زاد عنایاتھم!

بعد سلام مسنون نیاز مشحون کے گذارش ہے کہ میں ایک مدت سے علیل رہتا ہوں لیکن باوجود علالت کے مجلس مبارک معراج شریف میں جو مقام اٹاوہ منعقد ہوئی حاضر ہوا تھا۔ علاوہ وہاں کی برکت حاضری کے آپ کی خدمات کے شرف کا بھی حاصل ہونا خیال میں تھا، لیکن وہاں جاکر معلوم ہوا کہ نہ آپ اٹاوہ میں تشریف لائے نہ خانقاہ پھپھوند میں رونق افروز ہیں بلکہ واسطے ہدایت کے دیگر مقامات بعیدہ کو تشریف لے گئے ہیں۔ اپنی محرومی پر افسوس آیا"(۵)۔

تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر بدایونی رضی اللہ عنہ رشتہ میں حافظ بخاری رضی اللہ عنہ کے استاد لگتے ہیں، مگر اس کے باوجود آپ نے مذکورہ سطور میں جس انکساری کا مظاہرہ کیا ہے وہ انہیں جیسے بزرگوں کی بے نفسی، اعلیٰ ظرفی، اور بے نیاز طبیعت کا نتیجہ ہے۔ ان سطور کو لکھنے کے بعد تاج الفحول رضی اللہ عنہ نے تحریک ندویت کے مقاصد، عقائد اور اس کے در پردہ اہداف پر بھرپور روشنی ڈالی اور بتایا کہ بمقام بریلی اس تحریک کے متعلق ان سے سوالات کیے گئے تو انہوں نے اس تحریک کی اعانت اور اس میں شمولیت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد گمراہ جماعتوں نے آپ کے موقف اور نظریہ پر جو الزامی حملہ کرنے کی مذموم اور اوچھی حرکت کی اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"آج بطور الزام کے میرے سامنے ایک اخبار پیش کیا گیا کہ مولوی عبد الصمد سہسوانی بھی اس تجویز ندوہ کے ایک "ممبر مجلس" اور "مدار المہام" ہیں۔ ہر چند میں نے کہا کہ مولوی صاحب جو بفضلہ تعالیٰ بڑے رد کرنے والے روافض و وہابیہ کے ہیں، وہ بعد اطلاع تفصیل مقاصد مذکورہ کے ہرگز شامل تجویز مذکور کے نہیں ہو سکتے ہیں صرف اطلاع مجمل پر بخوبی تہذیب طریق تعلیم علوم دین و اصلاح مسلمین کے خیال سے شریک ہوئے ہوں گے، اور بعد اطلاع مفاسد مذکورہ، کے ضرور اپنا تبریہ مثل دیگر علماے دینکے فرمادیں گے۔ میرا حسن ظن اس پر مائل ہے"(۶)۔

تحریک ندویت کے خلاف تاج الفحول رضی اللہ عنہ کا فتویٰ آنے کے بعد پورے ہندوستان میں اس تحریک کی مخالفت کی سگبگاہٹ سنائی دینے لگی تھی جس سے نپٹنے کے لیے ندوۃ العلما کے اراکین نے حضرت تاج الفحول رضی اللہ عنہ کے خلاف آناً فاناً ایک تحریر آپ کے فتوے کی تردید میں شائع کر ڈالی تاکہ آپ کے علمی اور ناقابل تردید فتوے کے زور کو توڑا جا سکے۔ اس تحریر کے طبع ہونے کے بعد حضرت تاج الفحول رضی اللہ عنہ مزید مستحکم، مضبوط اور منظم انداز میں اس تحریک کے خلاف آگے آئے اور آپ نے اراکین ندوۃ العلما کی تحریر کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اس کا جواب لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ مگر آپ چاہتے تھے کہ

حافظ بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر جو انہیں گمراہ کرنے اور ساکت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کی حقیقت بھی لوگوں پر عیاں ہو جائے ، اس مقصد کے لیے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اس کا جواب طبع کرنا نہایت ضروری ہے ، لہٰذا اگر آپ کے فہم شریف میں مصلحت مذہب اہل سنت میرے مطابق ہو تو آپ بھی اس تصدیق اس خیال کی اپنے الفاظ میں فرما کر اور کاغذ پر مہر بلب فرما کر بہت جلد ارسال فرمادیں اور اگر نقصان میری فہم کا ثابت ہو تو بلا تکلف میری غلطی و خطا پر مجھ کو اطلاع فرمائی جاوے"

آگے بڑکپن کا مظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"شاید آپ کی ہی تعلیم وہدایت سے مجھ کو بھی فائدہ جدیدہ حاصل ہو جاوے "وفوق کل ذی علم علیم"۔ مجھ کو اگر چہ بحمد اللہ تعالیٰ مذہب اہل سنت میں تصلب حاصل ہے اور روافض و نیچریہ کے ساتھ شدت و بغض کامل ہے۔ مگر ان شاء اللہ تعالیٰ امر حق جو کوئی بھی مجھ کو سمجھا دے اس کے قبول کرنے میں مجھ کو بشرط موافقت جماہیر سلف صالحین محققین کے کچھ عذر نہ ہوگا۔ آپ تو میرے معظم و مکرم ہیں۔ بزرگی بہ عقل است نہ بسال۔ اب نہایت عجلت سے ارسال جواب کا طالب ہوں اور ہر ساعت اس کا منتظر ہوں"(۷)۔

چوں کہ صلح کلیت کا یہ فتنہ نیا نیا ظاہر ہوا تھا اور ہندوستان کے تمام علما ابتدا میں اس کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہیں تھے ، اس لیے اراکین ندوی کی جانب سے علمائے اہل سنت کو گمراہ کرنے اور انہیں اندھیرے میں رکھنے کے خوب جتن کیے گئے ، مذکورہ حادثہ اسی سازش کا نمونہ ہے۔ مگر جب ندوۃ العلماکی عیاریاں طشت از بام ہو گئیں تو تمام خانقاہیں صلح کلیت کے خلاف انفرادی اور اجتماعی طور پر اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس طوفان بلاخیز کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔..... (جاری)

## حوالہ جات:


ا۔ ماہنامہ مظہر حق کا" تاج الفحول نمبر "، ص: ۱۲۰، جلد :ا/ شمارہ ۱۱/۱۰/۹/۸، نومبر تا مارچ ۱۹۹۸۔۱۹۹۹

۲۔ ملفوظ مصابیح القلوب، ص:۶۶/، مطبوعہ مکتبہ صمدیہ پھپھوند شریف، ۲۰۱۱ء

۳۔ بحوالہ سابق ص:۲۱

۴۔ شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ ص:۱۱/، مئی ۲۰۱۲ء، تاج الفحول اکیڈمی

۵۔ ملفوظ مصابیح القلوب ص:۸۰ ۶۔ بحوالہ سابق، ص:۸۲

۷۔ بحوالہ سابق ص:۸۳............ (جاری)


(ص:۵۶) کا بقیہ.... مسابقہ حفظ احادیث میں اتر پر دیش کے مختلف مدارس کے ۲۵/ طلبہ نے شرکت کی۔ جس میں اول مقام محمد اشرف القادری متعلم جامع اشرف نے حاصل کیا۔ بطور انعام پانچ ہزار روپئے نقد، شیلڈ اور چار جلدوں میں حبیب الفتاویٰ کتاب دی گئی۔ جبکہ دوسری پوزیشن حاصل کرنے والے محمد اکمل رضا متعلّم جامع اشرف کو تین ہزار روپئے نقد مع شیلڈ و اظہار المنظوم کتاب دی گئی۔ وہیں پر تیسری پوزیشن غلام اشرف متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے حاصل کی بطور انعام دو ہزار روپئے نقد، شیلڈ و اظہار المنظوم کتاب دی گئی۔ حکم حضرات و جملہ اساتذہ و اسٹاف جامع اشرف و خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کو حضور صاحب سجادہ کے بدست تحائف سے نوازا گیا۔

مظاہرہ قراءت میں بھی اتر پر دیش کے مختلف مدارس سے ۲۹/ طلبہ شریک ہوئے۔ جس میں اول مقام احمد حسین متعلّم شمس العلوم گھوسی مئو نے حاصل کیا۔ اسے بطور انعام پانچ ہزار روپئے نقد، شیلڈ اور چار جلدوں میں حبیب الفتاویٰ کتاب دی گئی۔ جبکہ دوسری پوزیشن حاصل کرنے والے حماد اشرف دار العلوم وارثیہ لکھنو کو تین ہزار روپئے نقد مع شیلڈ و اظہار المنظوم کتاب دی گئی۔ وہیں پر تیسری پوزیشن صفت متعلّم جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ نے حاصل کی ، بطور انعام دو ہزار روپئے نقد، شیلڈ و اظہار المنظوم کتاب دی گئی۔

اس موقع پر مقامی و بیرونی علما و مشائخ اور عوام الناس کثیر تعداد میں پروگرام میں موجود رہے۔ بالخصوص آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ کے صدر اشرف ملت حضرت علامہ سید محمد اشرف اشرفی جیلانی، مفسر قرآن حضرت علامہ سید مدنی اشرفی جیلانی، نبیرۂ سرکار کلاں حضرت علامہ سید احسن اشرف اشرفی جیلانی، حضرت مولانا سید حسن عسکری اشرف، شہزادۂ شیخ اعظم حضرت حماد اشرف اشرفی، نبیرہ شیخ اعظم حضرت سید مختار اشرف عرف محامد میاں اور خانوادۂ اشرفیہ کے اکابر و اصاغر، اساتذہ و طلبہ جامع اشرف، و زائرین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام کی نظامت راقم السطور محمد جابر حسین مصباحی نے کی۔ خصوصیت کے ساتھ مولانا قمر الدین اشرفی، مولانا جابر احمد اشرفی ، مولانا شاہد رضا، مولانا ساجد حسین جامعی اور حافظ طاہر حسین کی کاوشیں قابل صد تحسین ہیں۔

از: محمد جابر حسین مصباحی استاذ جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف

*********

# شجر کاری کے سماجی اور معاشرتی فائدے

محمد طفیل احمد مصباحی

**شجر کاری** اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے درختوں اور پودوں کے طبی اور اقتصادی فوائد اپنی جگہ مسلم ہیں۔ اس کے علاوہ شجر کاری کے سماجی و معاشرتی فوائد اور اس کے تہذیبی وثقافتی قدریں بھی کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

شجر کاری زمانۂ قدیم سے عالمی تہذیب وثقافت کا ایک گراں قدر حصہ رہی ہے۔ متمدن اقوام و مذاہب کے ماننے والے تعلیم یافتہ حضرات بڑی رغبت اور پورے ذوق و شوق کے ساتھ شجر کاری کے عمل میں حصہ لیتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں، گھروں، ہوٹلوں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں خوشنما درخت اور پودے لگاتے ہیں۔ گھروں اور آفسوں کو پھول پتیوں اور نوع بنوع گلدستوں سے سجا کر تفریح قلب اور تسکین خاطر کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

دین اسلام ایک صالح سماج اور صاف و شفاف معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اہل ایمان نے طہارت و پاکیزگی کا حکم دیا ہے اور معاشرے کو جسمانی و روحانی اعتبار سے پاک وصاف رہنے کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مقدس میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

(قرآن، سورۃ البقرہ، آیت:۲۲۲)

ترجمہ: بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

معلم کائنات ﷺ کا فرمان عالی شان ہے :

الطهور شطر الايمان.

یعنی طہارت و پاکی نصف ایمان ہے۔

اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو شجر کاری کا حکم دیا ہے، اس کے پس پردہ بہت سارے اغراض و مقاصد کار فرما ہیں، جن میں سے ایک سماج اور معاشرے کو زمینی اور فضائی آلودگیوں سے پاک کرنا بھی ہے۔

**شجر کاری کا پہلا سماجی فائدہ** یہ ہے کہ اس سے سماج خوش گوار اور دلکش نظر آتا ہے۔ چاروں طرف ہریالی اور سبزے دکھائی دیتے ہیں، جو طبیعت میں تازگی بخشتے ہیں۔ معاشرے میں رہنے والے افراد درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ انہیں تازہ ہوائیں بآسانی دستیاب ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں درختوں اور پودوں سے لکڑیوں کی شکل میں ایندھن فراہم ہوتے ہیں، جو آگ جلانے اور کھانا پکانے کے کام آتے ہیں۔ انسان جو ایک معاشرتی جانور ہے، اس کو زندہ رہنے کے لیے غذا، میوہ، پھل، اناج اور سالن وغیرہ کی ضرورتیں پڑتی ہیں اور یہ ساری چیزیں درختوں، پودوں اور کھیتوں اور باغوں سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ انسان اپنے مویشیوں کے لیے پتے انہیں درختوں سے توڑتے ہیں اور جانوروں کے چارہ پانی کا انتظام کرتے ہیں۔

سماج کو گھر، مکان اور محل تعمیر کرنے کے لیے لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ لکڑیاں، پیڑوں سے حاصل کی جاتی ہیں۔ درختوں اور پودوں کا ایک اہم معاشرتی فائدہ یہ بھی ہے کہ لوگ جب ایک جگہ رہتے رہتے اکتا جاتے ہیں تو تفریح کرنے اور دل بہلانے کے لیے باغوں اور پارکوں میں جاتے ہیں، جہاں قسم قسم کے پھول، پودے، خوشنما درخت اور جھاڑیاں ہوا کرتی ہیں اور لوگ ان پرکشش مناظر کو دیکھ کر قلبی سکون محسوس کرتے ہیں۔ سنڈے یعنی اتوار کا دن جو ہفتہ واری عالمی تعطیل کا دن ہے، جب آپ پارکوں کا رخ کریں تو وہاں کا منظر قابل دید ہوتا ہے اتوار کے دن تفریح گاہوں (جو بالعموم پودوں اور گلدستوں سے آراستہ ہوتی ہیں) میں انسانوں کی بھیڑ نظر آتی ہے۔

معاشرے میں بسنے والے انسان عام حالت میں بالعموم شور و غل اور چیخ و پکار کو ناپسند کرتا ہے اور پرسکون ماحول کا متلاشی رہتا ہے، پیڑ پودے انسان کی اس فطری جبلّت کو پوری کرتا ہے اور وہ اس طرح کہ شجر کاری کے نتیجے میں پیدا ہونے درخت شور شرابے کو روکنے میں

ایک قدرتی غلاف اور ڈھال کا کام کرتا ہے۔ اسی طرح پیڑ پودے گردو غبار سے سوسائٹی کو بچانے، سڑکوں اور شاہراہوں کو مزیّن کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ایک عرب عالم "شجر کاری" کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

فوائد الاشجار كثيرة: منها : تزئين الشوارع و الطرقات، تقليل الغبار فى المدىٰ والقرىٰ والتخفيف من الضجيج والاصوات المزعجة.

اسی طرح ماحول کو سازگار اور موسم کو معتدل رکھنے میں یہ درخت اور پودے کافی معاون ثابت ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کے اندر سورج کی شعاعوں کو جذب کرنے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ پودے فضاؤں میں آوارہ پھرنے والی زہریلی گیسوں کو جذب کر کے آکسیجن یعنی شفاف ہوا خارج کرتے ہیں، جس سے ہماری صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ مریضوں کے لیے ہرے بھرے درخت اور پھول پودے ایک مسیحا کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی لیے ڈاکٹر مریضوں کو ہرے بھرے باغات اور سبزہ زاروں میں چہل قدمی کی صلاح دیتے ہیں، کیوں کہ ہرے بھرے پھولوں اور پودوں کے مناظر دیکھنے کے بعد وہ بہت جلد صحت یاب ہونے لگتے ہیں۔

چنانچہ اس حوالے سے مذکورہ عرب عالم مزید لکھتے ہیں:

تعمل الاشجار على التوازن البيئى وعلى المحافظة على المناخ المعتدل، حيث تعمل النباتات على امتصاص الطاقة الشمسية فى الصيف و تقوم فروع الاشجار ببث هذه الحرارة فى فصل الشتاء . تعتبر الشجرة من اهم الاسباب اللتى تمنح الانسان الراحة النفسية حيث يدخل السرور نفس الانسان عند جلوسه تحت الشجرة او رو يته لها . ان المرضىٰ الذين تطل نوافذهم على حدائق فيها اشجار جميلة و مزهرة تتحسّن حالتهم الصحيحة بشكل اسرع من غيرها.

درختوں اور پودوں کے مندرجہ بالا فوائد اپنی خاموش زبان میں اس بات کا ہم سے شدید مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم درختوں کو تحفظ فراہم کریں، ان کی قدر و قیمت کو پہچانیں اور جہاں تک ہو سکے ہم شجر کاری کے عمل کو فروغ دیں۔

معاشرے کو صاف و شفاف بنانے اور ماحولیاتی آلودگیوں کو ختم کرنے میں شجر کاری مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ آج جب کہ ماحولیاتی آلودگی پوری دنیا کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے، ایسے میں اسلام کے نظام طہارت کو دنیا میں نافذ کرنے اور ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے والے شجر کاری جیسے عمل کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں پرویز عالم اشرفی کا مضمون "ماحولیاتی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں" بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

ماحولیات کے عدم توازن کے سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھے جانے کی لائق ہے کہ اس کا سبب کوئی ایک نہیں ہے، بلکہ اس کے مختلف اسباب ہیں، جن میں بڑھتی ہوئی آبادی بھی اہم ہے۔ آج کی بڑھتی ہوئی ابادی نے رہائش کا مسئلہ پیدا کردیا ہے جسے پورا کرنے کے لیے انسانوں نے بے دردی سے جنگلوں کا صفایا کرنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ سائنسی تحقیق یہ اشارہ کر چکی ہے کہ درختوں کی اندھا دھند کٹائی سے ماحولیات کا توازن بگڑ رہا ہے۔ درخت اور پودے ماحولیات کو سازگار اور موسم کو اعتدال پر رکھنے میں معاون ہوتے ہیں۔ سائنس کے اس علم سے پہلے قرآن حکیم میں اللہ پاک نے ہدایت فرمادی ہے کہ زمین پر ہریالی انسانوں کے لیے نہایت مفید ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول محمد مصطفی ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ "بے ضرورت درختوں کو نہ کاٹیں، کیوں کہ ہرے بھرے درخت انسانوں اور جانوروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔"

سائنس کا تجربہ بتاتا ہے کہ درخت فضا سے زہریلی گیسوں کو جذب کر کے صاف ہوا (Oxygen) خارج کرتے ہیں جو انسان اور جانور دونوں کے لیے بے حد ضروری ہے۔ سائنس کی اصطلاح میں "درخت انسانوں کے دوست ہیں" مگر یہاں ایک بات واضح کردوں کہ علم سائنس کے ارتقا سے بہت پہلے حضور اکرم ﷺ نے جنگ میں بھی دشمن کے درختوں کو نہ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لیے آج دنیا کے کونے کونے میں شجر کاری ایک مہم کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے بھی شجر کاری کا درس دیا ہے۔ اس لیے آج آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ (قومی کونسل، دہلی، دسمبر ۲۰۱۸ء)

## پیڑ پودوں کے سائنسی فوائد:

یہ دور سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے۔ صنعتی انقلابات اور سائنسی

ایجادات نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ آج نت نئی سائنسی دریافتیں سامنے آ رہی ہیں اور ان سائنسی تحقیقات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سینکڑوں ادارے اور تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں، جہاں ماہرینِ فلکیات و ارضیات انسانی مفادات سے وابستہ سائنسی حقائق کو زمینی سچائیوں میں تبدیل کرنے کے لیے شب و روز کوشاں نظر آ رہے ہیں۔

درخت اور پیڑ پودے بیشمار فوائد پر مشتمل ہیں۔ شجر کاری اور کھیتی باڑی کے نتیجے میں حاصل ہونے والے نوع بنوع پھل، پھول، سبزیاں، ہزاروں قسم کے پودے اور سینکڑوں جڑی بوٹیاں ہمارے جسمانی امراض کے خاتمے کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق درخت لگانے کے ساٹھ (۶۰) مثبت فوائد دریافت کیے گئے ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو ملک و معاشرے میں بسنے والے انسان کی پچاس فیصد بیماریاں گھر بیٹھے بیٹھے ختم ہو سکتی ہیں۔

حالیہ سائنسی تحقیق کے مطابق درخت اور پیڑ پودوں کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے اٹھارہ افراد کی ایک سال کی آکسیجن کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

گلوبل وارمنگ کو روکنے میں جنگلات اور ان کے درخت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے گلوبل وارمنگ کو اگر روکنا چاہتے ہیں تو کل کے بجائے آج ہی اپنے گھروں، محلوں اور ملکوں میں شجر کاری کا عمل شروع کر دیجیے۔

ماحولیاتی آلودگی ایک بڑی وجہ فیکٹریوں سے نکلنے والے زہریلے فضلات اور صحت پر مضر اثرات ڈالنے والے دھواں ہیں۔

شجر کاری کے عمل کو منظم طریقے سے کامیاب بنا کر انسانی آبادیوں کو اس عذاب سے نجات دلایا جا سکتا ہے۔

سائنس تحقیقات نے دنیا میں بسنے والی آبادیوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ اگر گلوبل وارمنگ کو روکا نہیں گیا تو روئے زمین پر انسانوں کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ گلوبل وارمنگ کے تدارک کے بہت سارے طریقے سائنس دانوں نے بتائے ہیں، جن میں سے ایک شجر کاری بھی ہے۔ اگرچہ درخت اور پودے، گلوبل وارمنگ کا واحد علاج نہیں، لیکن اس کی روک تھام میں اس کی کلیدی حیثیت سے انکار بھی ممکن نہیں۔

عزیز دوستو! ”موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا“ اس سے پہلے کہ گلوبل وارمنگ کے عذاب میں دیگر افراد و ممالک کی طرح ہم بھی مبتلا ہو جائیں، اس کے تدارک اور ازالے کی کوشش کریں۔ اپنے گھروں میں، اپنے محلوں میں اور وطن و ملک کی مختلف شاہراہوں پر شجر کاری کریں، تاکہ ہمارا وطن جنّتِ ارضی کا نمونہ بنے۔ ملک میں خوش گوار مناظر دیکھنے کو ملیں اور اسی بہانے گلوبل وارمنگ کی زد سے باشندگانِ ملک محفوظ رہیں۔

اس کے علاوہ دنیا کو سیلاب کی تباہی سے بچانے کے لیے اور سیلاب کے خطرات کم کرنے میں بھی پیڑ پودے ڈھال کا کام انجام دیتے ہیں۔ درخت اور پودے انسانوں کو قحط اور خشک سالی سے بچاتے ہیں، کیوں کہ یہ بادلوں کی تشکیل کے باعث بنتے ہیں۔ درخت اور پودے ڈپریشن اور ذہنی تناؤ جیسے امراض کا خطرہ کم کرتے ہیں۔ جدید سائنس کا یہ بھی کہنا ہے کہ عالمی سطح پر فیکٹریوں اور کارخانوں کی بڑھتی تعداد نے ہمارے گرد و پیش کے ماحول اور فضاؤں کو آلودگیوں سے بھر دیا ہے۔

گرین ہاؤس افیکٹ سمیت سیلاب جیسی متعدد آفات سے بچنے کا ذریعہ بھی یہی درخت ہیں۔ پیڑ پودے، کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں، جس کا فضا میں بڑھتا ہوا تناسب گرین ہاؤس ایفیکٹ کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔

ماحولیاتی آلودگیوں سے چھٹکارا پانے کا ایک ذریعہ شجر کاری ہے۔ کیوں کہ درخت اور پودے، فضائی آلودگیوں کے دشمن ہیں۔ مسموم فضاؤں کو درخت کی تازہ اور صاف و شفاف ہوائیں ختم کر دیتی ہیں۔ شجر کاری اور پیڑ پودے لگانے سے ملک و معاشرے میں خوب صورتی پیدا ہوتی ہے۔ ماحول خوش گوار نظر آتے ہیں، جس سے بیماریوں کو پھیلنے کو موقع کم ملتا ہے۔

## درختوں اور پودوں کے طبّی فوائد:

بیماریوں سے لڑنے اور امراض کے خاتمے کے لیے پودوں کا استعمال زمانہ قدیم سے کیا جا رہا ہے۔ آج میڈیکل سائنس ترقی کے ہفت آسمان پر پہنچ چکی ہے اور نت نئی بیماریوں کی ادویہ دریافت کر چکی ہے۔ لیکن زمانہ قدیم میں جب کہ دنیا میڈیکل سائنس کے نام تک سے واقف نہیں تھی، اس وقت اطبا بیماریوں کا کامیاب اور تشفی بخش علاج انھیں پودوں سے کیا کرتے تھے۔ مقام افسوس ہے کہ آج ہم پودوں کے طبی فوائد کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور ہومیو پیتھ سے زیادہ ایلو پیتھ دواؤں پر یقین رکھتے ہیں۔ بیمار ہونے پر جڑی بوٹیوں سے علاج

کرنے والے ماہر حکیم کے پاس جانے کے بجائے ہم انگریزی ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور مہنگے اسپتال کی طرف رخ کرتے ہیں ۔ آج ہم بیماریوں سے لڑنے کے لیے نئے پودوں کی تلاش نہیں کررہے ہیں ، بلکہ انگریزی دوائیوں اور ٹیبلیٹس کو ہی اپنے درد کا درماں سمجھ رہے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد عرصہ دراز سے بیماریوں کے ازالے کے لیے جو پودے استعمال کررہے تھے ، ان کے نام اب ہم بتدریج بھولتے جارہے ہیں۔

آج ہم جس وسیع و عریض دنیا میں زندگی گذار رہے ہیں ، یہ درختوں اور پیڑ دوں سے گھری ہوئی ہے۔ ان پودوں کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ ہم انھیں کھاتے ہیں، پہنتے ہیں ، اپنے چوپایوں کو کھلاتے ہیں اور گھروں کی تعمیر میں ان کا استعمال کرتے ہیں ۔

بیماریوں کے علاج سے لے کر گھر کی آرائش و جمال اور دوست احباب کو تحائف دینے تک میں ہم ان کا استعمال بھرپور انداز میں کرتے ہیں۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ہم اب تک پیڑ پودوں کا مکمل طور پر استعمال نہیں کر پا رہے ہیں۔ برطانیہ میں قائم بوٹینیکل گارڈن میں محققین پودوں کی ایسی خاصیت تلاش کررہے ہیں جن سے انسانی زندگی بہتر ہوسکے۔

اب پودوں کی مدد سے خشک سالی، سیلاب اور جنگل کی آگ سے نمٹنے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہی نہیں بلکہ فاقہ کشی سے بچنے ، گلوبل وارمنگ کی تباہیوں سے محفوظ رہنے اور پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے سائنسداں "مسیحا پیڑ پودوں" کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں۔

ہم جس قسم کی فصلیں اگاتے ہیں، ان کی جنگلی یا خودرو اقسام بھی دنیا میں موجود ہیں۔

بوٹینیکل گارڈن میں اسی مناسبت سے "فصلوں کے جنگلی رشتہ داروں" کی تلاش جاری ہے ۔ پودوں کی یہ جنگلی اقسام کیڑوں ، بیماریوں اور پانی کی قلت سے دنیا کو نجات دلانے میں مؤثر کردار ادا کرسکتے ہیں۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے بیان کے مطابق آج علاج میں تقریبًا ۲۸/ ہزار پودوں کا استعمال کیا جاتا ہے ، لیکن ان پودوں میں سے صرف ۱۶٪ فیصد کا ذکر ملتا ہے۔

پودوں یا جڑی بوٹیوں پر مشتمل دواؤں کا دنیا بھر میں تقریبًا ۸۳ / ارب ڈالر کا کاروبار ہورہا ہے۔ اگرچہ آج جدید میڈیکل سائنس کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے، مگر مقام شکر ہے کہ اس گئی گذری حالت میں بھی پودوں اور جڑی بوٹیوں کے ذریعے قدرتی طریقہ علاج دن بدن مقبول ہورہا ہے۔

جرمنی میں ۹۰٪ فیصد لوگ پودوں پر مشتمل دوائیں استعمال کرتے ہیں؛ جن میں لہسن، ادرک، لونگ وغیرہ شامل ہیں۔

پودوں کی چند جنگلی اقسام ہیں جو ہمارے لیے حیرت انگیز طور پر علاج کا کام کرسکتی ہیں۔ اسی قسم کا ایک پودا "اینسیٹ" ہے۔ یہ افریقی ملک ایتھوپیا میں اُگتا ہے۔ ایتھوپیا کے لوگوں میں اس کے دو سو نام مشہور ہیں۔ وہ اسے کھاتے ہیں، ادویات اور چٹائی بناتے ہیں۔ گھروں کی تعمیر اور جانوروں کے چارہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس سے کپڑے بھی بناتے ہیں۔

"اینسیٹ" کیلے کے خاندان کا ایک جنگلی پودا ہے ، جسے دوسرے ممالک میں اگانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ سائنس دانوں کی کوشش ہے کہ اسے دوسرے ممالک میں بھی اگایا جائے، تاکہ اس کی ہمہ گیر افادیت عام ہوسکے۔ اینسیٹ سے آٹا، اور سوپ بھی بنتا ہے اور اسے آلو کی طرح ابال کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اس پودے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ خشک سالی، سیلاب اور طوفان میں بھی خود کو محفوظ رکھ لیتا ہے۔

نباتات یعنی پودوں کی ہمہ جہت تاثیرات کو دیکھتے ہوئے سائنسدان ایسے جادوئی پودوں کی دریافت میں بھی لگے ہیں جو ہماری تمام تر ضروریات کو پورا کریں، ہماری مشکلات کو آسان کریں اور کرۂ ارض کو بچانے میں مددگار ثابت ہوں۔

## گھر میں پودے لگانے کے طبّی فوائد :

گھر میں پودے لگانے کے ویسے تو کئی فائدے ہیں، لیکن اب ڈاکٹروں نے باقاعدہ اس بات کی تصدیق کردی ہے کہ گھر میں اگائے گئے پودے طرز زندگی اور انسانی صحت پر نہایت اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر ایمی لاک کے مطابق اس کا بچپن جس گھر میں گذرا وہاں بے شمار پودے تھے۔ جب وہ اپنے گھر سے باہر دوسری جگہ مقیم ہوگئی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ پودوں کی کمی کی وجہ سے اس کی صحت پر منفی

اثرات مرتب ہونے لگے اور اسے پودوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ ڈاکٹر ایمی کہتی ہے کہ میں جہاں بھی گئی اپنے آس پاس پودے ضرور لگائی۔

ماہرینِ طب کے مطابق پودے چاہے درختوں کی شکل میں گھر کے باہر ہوں یا چھوٹے گملوں میں گھر کے اندر، یہ دماغی صحت پر بڑے اچھے اور خوشگوار اثرات ڈالتے ہیں۔ پودے ہمارے دل و دماغ کو فرحت و تازگی بخشتے ہیں اور جب ہمارا موڈ آف رہتا ہے تو یہ اسے آن یعنی بہتر کرتے ہیں۔ آپ کے ذہنی دباؤ کو کم کرتے ہیں اور آپ کی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

سائنسدانوں کے مطابق فطرت آپ کے موڈ کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اسی طرح اگر آپ کوئی تخلیقی کام کرنا چاہتے ہیں تو پودوں کے قریب بیٹھ کر کریں اس سے یقیناً آپ کی تخلیقی کارکردگی بہتر ہوگی۔

گھر میں موجود پودے گھر کی ہوا کے معیار کو بہتر بناتے ہیں۔ آج کل جو ہوا ہمیں میسر ہے وہ آلودگی سے بھرپور ہے۔ پودے ہوا کو آلودگی سے صاف کرتے ہیں اور ہوا کو تازہ کرتے ہیں۔ پودے ہوا میں نمی کے تناسب بھی بڑھاتے ہیں۔

سائنسدانوں کے مطابق پودے درد اور تکلیف کو کم کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ ایک ریسرچ کے تحت ایک اسپتال میں مریضوں کے قریب پودے رکھے گئے۔ جن کے قریب پودے تھے ان مریضوں نے درد کش دواؤں کا کم استعمال کیا بہ نسبت ان مریضوں کے جن کے قریب پودے نہیں رکھے گئے تھے۔

شجر کاری کے طبی فوائد کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباس بھی ملاحظہ کریں:

جناب ڈاکٹر بدرالدجیٰ، استاذ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (اے ایم یو) کے سر سید ہال میں پیڑ پودوں کی دیکھ بھال کرنے والے مالیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ ہاسٹل کی رونق و شادابی آپ ہی جیسے لوگوں کی وجہ سے ہے، جس کی ہر سطح پر تعریف ہونی چاہیے۔ انہوں نے اچھے طریقے سے پودوں کی دیکھ بھال کرنے پر انعام و اکرام سے بھی نوازنے کا اعلان کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اچھی صحت اور اچھے ماحول کی تشکیل کے شجر کاری کو ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

یہ ضروری نہیں ہے کہ یوم ماحولیات پر ہی اس جانب توجہ دی جائے بلکہ یہ دن تو صرف اس لیے ہے تاکہ ہم اس کو نہ بھولیں اور کم از کم ایک دن ہم اس جانب پوری طرح سے متوجہ ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ماحولیات کی تباہی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو دروازے اور کرسی میز تو لکڑی کی چاہیے مگر پودے لگانا وہ ضروری نہیں سمجھتے۔ ہمیں اس سوچ میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر بدرالدجیٰ نے طلبہ سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ آپ یہاں صرف نصابی علم حاصل کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ آپ یہاں زندگی جینے کا طریقہ سیکھنے آئے ہیں۔ اس لیے کتابی دنیا سے باہر نکل کر بھی سوچیے اور ملک و وطن کو صحت مند اور شاداب رکھنے کے لیے پیڑ پودے لگائیے۔ انہوں نے کہا کہ آج دنیا کو صحت بخش ماحولیات کی ضرورت ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم اپنے ارد گرد درخت لگائیں اور شجر کاری کا کام احسن طریقے سے انجام دیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب اچھی فضا اور اچھا ماحول ملتا ہے تو طبیعت میں نشاط پیدا ہوتی ہے اور ہر کام میں دل لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے سر سید کے بنائے ہوئے اس تاریخی ہال کو پیڑ پودوں سے سجا رکھا ہے جس میں ہمارے مالی بھائیوں کا بڑا اہم کردار ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیڑ پودوں کی ہریالی سے پڑھائی میں بھی دل لگتا ہے، کیوں کہ اس سے لوگوں پر ماحول کی خوشگواری کے نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ یہاں کے ذمہ داران کا تعاون کریں اور جب تک آپ ان کا تعاون کرتے رہیں گے، ہمارا سر سید ہال اور ہماری یونیورسٹی سرسبز و شاداب اور خوبصورت بنی رہے گی۔

ڈاکٹر بدرالدجیٰ نے شجر کاری کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے طلبہ سے اپیل کی کہ وہ جہاں بھی جائیں ایک پودا ضرور لگائیں، یہ ان کے لیے یادگار بھی ہوگا اور اس سے صحت بخش ماحولیات بھی وجود میں آئے گی۔

(روزنامہ چوتھی دنیا، ۱۱/جون ۲۰۱۸ بروز پیر)

گھر میں اگائے گئے پودوں سے ہمیں غذائی اشیاء اور جڑی بوٹیاں بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جیسے ایلوویرا، ہربز وغیرہ۔ ان پودوں سے اس مد میں خرچ ہونے والی رقم کی بچت بھی ہو سکتی ہے۔

انسان و حیوانات پر قدرت کے بیشمار انعامات میں سے ایک انعام یہ بھی ہے کہ اس نے ہمارے ہمارے فائدے کے لیے پوری روئے زمین پر قسم قسم کے پیڑ پودے اگائے اور ان کی ہمہ گیر تاثیرات سے ماہرین کو واقف کرایا۔ ان باکمال اور حیرت انگیز درختوں میں سے ایک زیتون کا درخت بھی ہے، جو اپنے اندر بیشمار فوائد و تاثیرات رکھتا

ہے۔ماہرین طب کا اتفاق ہے اور عوام و خواص بھی ان کے فوائد سے کچھ حد تک آگاہ ہیں۔

## درختوں اور پودوں کے اقتصادی فوائد :

اسلامی نظام حیات جن ہدایات و تعلیمات پر مشتمل ہے، ان میں سے بعض کا تعلق ایمانیات و عقائد سے ہے۔ بعض کا عبادات و معاملات سے، بعض کا اقتصاد و معیشت سے اور بعض کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے۔ اللہ رب العزت کی بیشمار نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت درخت اور پودے بھی ہیں۔ یہ ہمارے فائدے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان درختوں کا فائدہ جسمانی و روحانی بھی ہے اور مالی و اقتصادی بھی۔ اگر مذہب اسلام کے نظام اقتصاد و معیشت پر عمل کرتے ہوئے ہم شجر کاری کریں اور پیڑ پودوں کا استعمال کریں تو مالی اعتبار سے ہم مضبوط ہوسکتے ہیں۔ درختوں کے اقتصادی فوائد سے انکار ممکن نہیں۔ یہ بیک وقت ہمیں اناج، سالن، پھل فروٹ اور میوے بھی دیتے ہیں اور ہماری تفریحِ طبع کا سامان بھی مہیا کرتے ہیں۔ اپنی ٹھنڈی چھاؤں میں ہمیں راحت و آرام بھی پہنچاتے ہیں اور درجہء حرارت کو کم کے ہمیں سورج کی تمازت سے بچاتے بھی ہیں۔

درختوں کے چند اقتصادی فائدے ملاحظہ کریں :

◘ شہر ہو یا گاؤں، گھر ہو یا دفتر ہر جگہ استعمال ہونے والے کار آمد بینچ، لکڑی کی کرسیاں دلکش اور خوبصورت فرنیچر درختوں کے ہی مرہون منت ہیں۔ (آج اگرچہ لکڑی کے بجائے پلاسٹک کی کرسیاں عام ہونے لگی ہیں، لیکن ایک زمانے لکڑی کی کرسیاں ہی گھروں اور دفتروں کی زینت ہوا کرتی تھیں)

تاہم بنچ، تپائی، پلنگ، سنگار دان اور چارپائی آج بھی لکڑیوں کی ہی بنائی جاتی ہیں اور انسان کے سونے بیٹھنے اور آرائش کے کام آتی ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ سائنسی دور میں تجارت کی سینکڑوں قسمیں عام ہو چکی ہیں، جن میں سے ایک فرنیچر بھی ہے جو آج وسیع پیانے عالمی تجارت کا ایک وقیع اور مفید ترین حصہ ہے۔ اس نے اقتصاد و معیشت کی دنیا میں کامیاب جگہ بنائی ہے، جو دراصل شجر کاری اور پیڑ پودے کی دین ہے۔

اگر درخت نہ ہوتے اور شجر کاری کا عمل انجام نہیں دیا جاتا تو سردیوں اور گروں سے بچنے کے لیے مکانات کیسے بنائے جاتے اور ان مکانوں اور کارخانوں کی تعمیرات میں استعمال ہونے والی لکڑیاں کہاں سے آتیں؟

◘ ذرائع نقل و حمل میں ریل کے ڈبے، بسوں، ٹرکوں کے ڈھانچے، جہاز، کشتیاں اور پل وغیرہ اپنی ساخت اور بناوٹ میں درختوں کے محتاج ہیں۔

◘ صنعتی اور تجارتی لحاظ سے درختوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بیل گاڑی، رتھ، کدال کا قبضہ، ماچس، پتنگ اور بہت سارے کھیلوں کے ساز و سامان درختوں سے بنائے جاتے ہیں۔

◘ درختوں سے حاصل کی جانے والی بیشمار ادویات، روغنیات، تیل، بیروزہ، رال اور دیگر کیمیائی مرکبات ہماری روز مرّہ زندگی میں کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

◘ ریشم جس سے زرق برق قیمتی لباس تیار ہوتے ہیں، خصوصی کیڑوں کے ذریعے درختوں سے ہی حاصل کیا جاتا ہے۔

◘ درختوں کا ایک اقتصادی پہلو اور معاشی فائدہ یہ بھی ہے کہ ان سے قسم قسم کے پھل اور میوے حاصل ہوتے ہیں اور آج پوری دنیا میں وسیع پیمانے پر اس کی تجارت ہو رہی ہے اور تاجر لوگ ان پھلوں سے لاکھوں کروڑوں کی رقمیں کما رہے ہیں۔

ابھی چند روز پیشتر یوٹیوب پر شجر کاری کے اقتصادی اور طبی فوائد سے متعلق ایک عرب عالم کی تحریر سے نظر سے گذری۔ موضوع کی مناسبت سے ایک پیراگراف ہم یہاں نقل کرتے ہیں :

وللشجرة العديد من الفوائد الاقتصادية ، حيث يمكن الاستفادة من جزوع الاشجار و اخشابها فى الصناعات المختلفة ،حيث تدخل الاخشاب اليوم فى صناعة الاثاث المنزلى واثاث المكاتب و الشركات كما تدخل فى الاقلام و الابواب بالاضافة الى اهميتها فى البناء و الإعمار . كما يمكن الاستفادة من الاشجار فى صناعة العديد من انواع الادو ية اللتى تعالج مختلف الامراض حيث يتم صناعة الدواء و بيعه و تصديره حول العالم.

یعنی درختوں کے متعدّد اقتصادی فوائد ہیں۔ ان کی جڑوں سے اور لکڑیوں سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ گھروں، مکانوں اور فیکٹریوں کی تعمیرات میں اس کی لکڑیاں کام میں لائی جاتی ہیں۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر دروازے میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مختلف قسم کی ادویات میں درختوں اور پودوں کے مفید اجزا املا کر دوائیاں تیار کی جاتی ہیں اور پوری دنیا میں سپلائی جاتی ہیں۔ ***

# کوروناوائرس

بزمِ دانش میں آپ ہرماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

| | |
|---|---|
| مئی ۲۰۱۰ء کا عنوان | موجودہ معاشی بحران اور اس کا حل |
| جون ۲۰۱۰ء کا عنوان | حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت-ایک جائزہ |

## کورونااور ہماری اجتماعی طاقت

از: **محمد کونین نوری مصباحی**، شیخ الحدیث دارالعلوم عطاے رسول، رضانگر، کوٹہ، راجستھان

**کورونا** دراصل ایک وائرس ہے جو چشم سر سے نظر نہیں آتا مگراس کی وحشت وبربریت نے سب کی نیند حرام کردی ہے اور زندگی کا سارا کاروبار معطل ہو گیا ہے، ہردن حشر کا دن اور ہررات قیامت کی رات ہے۔ کورونا کو چین کا بایووار بھی کہا جاتا ہے جس کا مقصد کہ اپنی بالادستی اور اقتدار کا طرہ بلند رہے۔ آدمی سپنے تو دیکھ سکتا ہے مگر اس کی تعبیر اس کے اختیار میں نہیں ہوتی، نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ملک کے لوگوں کو بھی اس وائرس سے تحفظ فراہم نہ کرسکا۔ ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے، اور تکبر کی ٹوپی سر سے اتر گئی۔

امریکہ، اٹلی، جرمنی، جاپان جیسے سوپر پاور ممالک بھی اس وائرس کو کنٹرول کرنے سے عاجز آگئے۔ ہمارے ملک ہندوستان جس کی گود میں ہمالیہ جیسی چوٹی، سرسبز وادیاں، گھنی آبادیاں، لق دق صحرا، لہلہاتے کھیت، گنگناتے چشمے، دندناتے چرند، چہچہاتے پرند، اور ایک سوتیس کروڑ انسانوں کی آبادی ہے لیکن اب تک ایک ماہ کا عرصہ مکمل ہونے والا ہے اور سب کی تھرمل اسکریننگ نہیں ہوسکی ہے جو کہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ اس میں غور طلب امر یہ ہے کہ بلاتفریق مذہب وملت، رنگ ونسل تھرمل اسکریننگ ہوتی ہے اور مبنی بر حقیقت ہوتی ہے تو یہ لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے اور اگر اس میں کسی قسم کی شرپسندی، ریشہ دوانی، زرطلبی، اور نفسانی اختلال جیسے عناصر شامل ہوتے ہیں تو اس جنگ میں ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، اجتماعی آلام ومصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

تاریخ کا یہ بھی ایک ناقابل فراموش باب ہے جس سے ہمیں غافل نہیں ہونا چاہئے کہ ایک ملک دوسرے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے کبھی ایٹمی ہتھیار کا بہانہ بناکر ہلاک وبرباد کیا یاکسی اور بہانے حملہ کیا اخیر میں جب کوئی اس کا ثبوت نہیں ملا تو معاوضہ دیدیا یا معافی مانگ لی، بلکہ امریکہ نے تو سوڈان کی دودھ فیکٹری پر یہ کہ کر بم گرائے کہ اس میں ایسا کیمیکل ملایا جاتا ہے جو بچوں کے لئے نقصاندہ اور خطرناک ہے مگر جب اس کا ثبوت نہ ملا تو چوری اوپر سے سینہ زوری کرکے معافی تک نہیں مانگی۔

ہم اس وقت ایک ایسی کشتی پر سوار ہیں جس کے ہر ایک قدم پر ایک نیا بھنور دکھائی دے رہا ہے۔ کیا کشمیر کے بے گناہوں کا خون آپ کو یاد نہیں؟ کیا آسام میں غریبوں کی پکار آپ بھول گئے؟ کیا دہلی

میں مجبوروں کی لاشیں آپ فراموش کردیئے؟قوم کی بیٹیوں کی لٹی ہوئی عصمتیں آپ نظرانداز کردیئے؟آخر ہم میں اجتماعی بیداری کا شعور کب پیدا ہوگا؟یقین مانیے!ہماری اجتماعی طاقت ہی وہ چٹان ہے جس پر کھڑے ہوکر ہم سیلاب کا منہ پھیر سکیں گے۔

اسلام کا مطمح نظر تبلیغ دین،اشاعت اسلام اور خدمت خلق ہے۔ خدمت خلق ایسا موثر طریقہ ہے جس سے تالیف قلب، گناہوں کی بخشش،اور رب کی رضاکے حصول کا مقبول ذریعہ ہے۔بخاری اور مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث ہے:جو بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اسے اپنی رحمت سے محروم کردیتا ہے۔ابوداؤد شریف کی حدیث ہے:جو کسی انسان کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو،اللہ اس کی حاجت پوری کردیتا ہے،اور جو کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے اللہ اسے قیامت کے دن بے چینی اور تکلیف سے نجات دے گا۔مسلم شریف میں ہے:مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور وہ شخص اللہ کو زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے لئے زیادہ مفید ہے

☆لوگوں میں سے اللہ کے یہاں سب سے پسندیدہ وہ ہیں جو انسانوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہوں☆اعمال میں سے اللہ کے یہاں سب سے پسندیدہ وہ ہیں جن سے مسلمانوں کو خوشیاں حاصل ملیں،یا ان سے تکلیف دور ہو یا ان سے قرض کی ادائیگی ہو یا ان سے بھوکوں کی بھوک دور ہو۔

ان حالات میں ہمیں خدمت خلق کرنا ہے اور کر بھی رہے ہیں ساتھ ہی حفظ جسم و جان کے لئے حزم واحتیاط کا خیال بھی رکھنا ہے۔ہماری شریعت میں حفظ عزت نفس کے لئے مواضع تہمت سے بچنا ضروری ہے،حفظ جان تو اس سے بھی اہم بلکہ فرض عین ہے۔

قرآن مقدس میں ہے: اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

یہ بیماری نہایت ہی خطرناک اور جان لیوا ہے۔تحقیقات کے مطابق اس کی جو علامات ہیں بعض میں تو ظاہر بھی نہیں ہوتیں،اس کا وائرس اس قدر دیرپا اور متعدّی ہے کہ متاثر شخص کے لمس میں آنے والی ہر شئی پر اس کا اثر دیر تک قائم رہتا ہے پھر ان متعلقہ اشیاء کے استعمال کرنے والے بھی اس مرض کے شکار ہوسکتے ہیں اس لئے ہر جگہ سینی ٹائز کیا جارہا ہے اور حکومت ہند نے ان خطرات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے رابطے میں آنے والی چیزوں کو بند کردی مثلاً سوشل ڈسٹینسنگ(سماجی فاصلہ)کا قانون نافذ کرکے سماجی دوری پیدا کی جس میں انٹرنیشنل فلائٹس،ڈومیسٹک فلائٹس،ٹرینیں،پبلک ٹرانسپورٹیشن،شاپنگ مالس،اسپورٹس،کورٹ کچہری،جلسے جلوس، شادی بیاہ کی تقریبات اور عبادت گاہیں حتیٰ کہ مساجد میں پنج وقتہ نماز اور جمعہ میں بھی جماعت کثیر پر قدغن لگادی۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ ازیں قبل بھی بہت ساری وبائیں اور مہلک امراض نے اپنے پنجے گاڑے،کثرت سے اموات ہوئیں،گھر کا گھر،گاؤں کا گاؤں،قصبہ کا قصبہ،شہر کا شہر ویران ہوا،شفاخانوں میں مسلسل نعش اٹھائے جاتے،علاج ومعالجہ کی مہلت تک نہیں ملتی، اچانک آدمی لقمہ اجل بن جاتا اس میں تو ایسا کچھ نہیں ہو رہا پھر اتنی دہشت کیوں؟؟تو اس کی وجہ ہے ہماری آپ کی عام بیداری اور اجتماعی طاقت!آج چونکہ پوری دنیا ایک عالمی گاؤں ہے جسے گلوبل ولیج کہا جاتا ہے۔تقریباً ہر شخص پرنٹ میڈیا،الیکٹرانک میڈیا،اور شوشل میڈیا سے جڑا ہوا ہے۔

بلا تاخیر ہر آدمی محتاط ہو گیا اور عالمی وبا کورونا وائرس سے دوری بنالی۔نتیجہ یہ ہوا وہ اپنا اثر پھیلانے میں کمزور ہو گیا اور ان شاء اللہ عنقریب فنا ہو جائے گا۔☆☆☆

# کورونا وائرس بیماری ہے یا عذابِ الٰہی

از:**جاوید اختر بھارتی**، سابق سکریٹری یوپی بنکر یونین محمد آباد گوہنہ،ضلع مئو javedbharti508@gmail.com

**انسانوں** کے جو بھی مسائل ہیں چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک طرف مذہب اسلام نے اس کا سب سے بہتر حل پیش کیا ہے تو دوسری طرف حل تلاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دل ودماغ عطا فرمایا ہے جہاں تک مسلمانوں کا مسئلہ ہے تو احکام خداوندی اور

فرمان نبوی پر عمل کے بغیر کسی بھی شعبے میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی اسلام کی تعلیمات نے لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسول ﷺ کی غلامی کا بیش قیمتی طریقہ بتایا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہونا دونوں جہاں میں سرخروئی و کامیابی کی ضمانت ہے اور جو لوگ اس پر عمل پیرا ہیں وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہیں۔

آج دنیا کی حرص اور ایک دوسرے پر دنیاوی سبقت حاصل کرنے کی دوڑ میں ہم اطیعو اللہ واطیعو الرسول سے بہت دور ہو چکے ہیں اور دنیاوی کامیابی کو ہم نے اصل کامیابی سمجھ لیا ہے جبکہ دین کی خدمت کو چھوڑ کر، اسلام کی تعلیمات سے دور رہ کر ہم کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتے یہ بات ہمیں ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے اور یہ کامیابی ہمیں دعوت و تبلیغ اور قرآن و حدیث کے مطابق عمل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

سیرت رسول اکرم، عالم اسلام اور عالم انسانیت کیلئے مشعل راہ تھی، مشعل راہ ہے اور مشعل راہ رہے گی، راہ نجات تھی، راہ نجات ہے اور راہ نجات رہے گی۔

آج ہمارے اوپر پوری دنیا میں عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور ذلت و رسوائی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور دنیا کی تمام قومیں مسلمانوں کو بدنام کرنے اور مذہب اسلام کی شبیہ کو بگاڑنے پر تلی ہوئی ہیں اور ہم ہیں کہ رب کے قرآن اور نبی کے فرمان سے دور ہو کر قوم اغیار کا تعاون کر رہے ہیں اور اپنی تاریخ کو بھلا کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معجزات کا انتظار کر رہے ہیں۔

آج کے ساڑھے چودہ سو سال قبل نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک وہ زمانہ آئے گا کہ جب دنیا کی ساری قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی تو صحابہ کرام نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ کیا اس وقت ہم بہت تھوڑے ہوں گے تو رسول کائنات نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تعداد تو سمندر کے جھاگ کے مانند ہوگی کثیر تعداد میں مسلمان ہوں گے لیکن ان کا ایمان بہت کمزور ہوگا، اللہ و رسول سے رشتہ بہت کمزور ہوگا۔

اب آج کے حالات پر غور کیا جائے اور اپنا محاسبہ کیا جائے تو ساری تصویر صاف ہو جاتی ہے آج سارا بگاڑ، ساری خرافات، ساری برائیاں، شکوہ شکایت، گالی گلوج، غیبت و چغلی، شراب نوشی، جوا، زناکاری سب کچھ مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے یہاں تک کہ دینی کاموں میں بھی ہم نے نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے کے لیے خود اپنے ہی ذریعے اس کی شکل بگاڑ دی ہے۔

محسن انسانیت ﷺ نے حکم دیا ہے کہ نکاح، شادی بیاہ اتنا آسان کرو کہ زنا مشکل ہو جائے لیکن افسوس اُمت نے شادی بیاہ اتنا مہنگا اور اتنا مشکل کر دیا کہ زنا آسان ہو گیا، ناجائز تعلقات کی بنیاد پر لڑکے اور لڑکیوں کا موبائل-فون پر گھنٹوں گھنٹوں بات چیت کرنا آسان ہو گیا اور معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا اور اب کسی کو نصیحت کرنا بھی مشکل ہو گیا اصلاح معاشرہ پر مبنی تحریک تقریر و تحریر تک محدود ہو کر رہ گئی، جلسوں کا انعقاد بھی اتنا خرچیلا ہو گیا کہ بس شو پیس بن کر رہ گیا لوگ اتنا ہی اثر لیتے ہیں کہ جلسہ ہونا چاہیے اور جلسہ سننا چاہیے بس اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں آج قوم مسلم کا حال تو یہ ہے کہ جمعے کا خطبہ بھی قوم مسلم کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ مکہ والوں نے سرور کونین ﷺ کی بھی شہریت چھینی تھی تین سال تک ایک گھاٹی میں تھے پھر بھی نبی پاک ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا کام بند نہیں کیا، دعا بھی فرماتے رہے اور دعوت و تبلیغ بھی کرتے رہے اس کے عوض اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عمر، حضرت حمزہ اور حضرت خباب جیسے لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو فرمان رسالت کے سانچے میں ڈھال کر جلیل الشان و جلیل القدر صحابی کا مقام حاصل کیا جن سے مذہب اسلام کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور مستحکم ہوتی چلی گئیں اس طرح مذہب اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا اپنے ملک میں دامن پسارے ہوئے تمام مسائل کا حل اسلام نے پیش کر دیا ہے۔

حکمت، سیاست، قیادت، حکومت سب طریقہ اسلام نے بتایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے عملی نمونہ پیش کیا ہے اور صحابہ کرام نے بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا اور کامیاب رہے ہم بھی اسی پر محنت

کریں گے اور اطیعواللہ واطیعوالرسول پر عمل کریں گے تواللہ کی رحمت ضرور نازل ہوگی محنت اور جدوجہد اور دین پر عمل سے دور رہ کر صرف دعاکریں گے تواس سے بھی مدد حاصل نہیں ہوگی، ہمیں کھانے پینے والی سنتیں تومعلوم رہتی ہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول کو کھجور بہت پسند تھی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کھجور کے بازار میں چلتے چلتے اللہ کے رسول نے ایک کھجور فروخت کرنے والے کے کھجور میں ہاتھ ڈال دیااور نکالا توفرمایا کہ جو تجارت میں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ہمیں یہ معلوم ہے کہ دعوت کھانا سنت ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ ایک پڑوسی بھرپیٹ کھانا کھا کر سوجائے اور دوسرا پڑوسی بھوکا رہ جائے توبھرپیٹ کھاکر سونے والا مومن نہیں غرضے کہ اسلام دین فطرت ہے اسی وجہ سے اس کی ہر بات فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہوا کرتی ہے مذہب اسلام کی تصویر کو بہتر طریقے سے پیش کرنا چاہئے۔ ہم نے انسان ہونے کا، اشرف المخلوقات ہونے کا اور مسلمان ہونے کا کتنا حق ادا کیا ساری بیماریوں کے لئے جانوروں کو موردِ الزام ٹھہرادینا مسئلے کا حل نہیں ہے ایک جانور دوسرے جانور کا گھر نہیں جلاتا ایک جانور انسان کی بولی نہیں بولتا لیکن ایک انسان جانور کی بولی بولنے لگتا ہے، ایک انسان دوسرے انسان کا گھر جلاتا ہے، خود انسان دوسرے انسان کو آگ کے حوالے بھی کردیتا ہے ذرہ برابر اسے احساس نہیں ہوتا کہ یہ ظلم کی انتہا ہے۔

جہاں تک کھانے پینے کا سوال ہے تواللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا شعور دیا ہے کہ کیا کھانا ہے اور کیا پینا ہے، لیکن انسان ہوکر بھی وہ ساری چیزیں کھانے پینے لگا جنہیں دیکھ کر خود آنکھ، کان، دل، اور دماغ بھی کھانے کی اجازت نہیں دیتے، اس طرح انسانوں نے جہاں قانون قدرت کی خلاف ورزی کی وہیں خود اپنے جسم کے اعضا کے ساتھ بھی ناانصافی کی ہے اپنی طبیعت کے مطابق ایسا ایسا فیصلہ کرنے لگا کہ ساری حدوں کو پار کرگیا اور آج نتیجہ سامنے ہے۔

جانور تو اگر غلطی بھی کرے تو جانور ہے اسے بہت سی چیزوں کا شعور نہیں ہے لیکن انسان کو تو سوچنے سمجھنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت اللہ نے عطا فرمائی ہے پھر بھی انسان کی حالت یہ ہے کہ دین کی خلاف ورزی کرتا ہے، معاشرہ اور سوسائٹی کی خلاف ورزی کرتا ہے، پڑوسیوں سے بغض و حسد رکھتا ہے جب کہ پڑوسیوں کے مقام و مرتبہ اور حقوق سے متعلق احادیث کی کتابوں میں یہاں تک ملتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرماتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ خدشہ ہونے لگتا کہ کہیں ہماری جائداد میں پڑوسیوں کو آقا ﷺ حصہ دار نہ بنادیں اتنا اونچا مقام ہے پڑوسیوں کا لیکن آج کے انسانوں کا حال یہ ہے کہ پڑوس کی بہن بیٹیوں کی عزت تک پڑوسیوں کی وجہ سے خطرے میں ہے اگر کچھ اختیارات مل جائیں تو اس کا اتنا ناجائز استعمال کرتا ہے کہ وہ بھول ہی جاتا ہے کہ مظلوم کی دعا کبھی ٹالی نہیں جاتی اور ظلم کی ٹہنی ہمیشہ نہیں پھلتی۔

آج چین سے جو کرونا وائرس بیماری آغاز ہوا وہ خود چین کے لوگوں کو احساس کرانے لگا کہ شائد مظلوموں کی دعائیں آسمان تک پہنچ گئیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ایک مظلوم بندے اور اللہ رب العالمین کے مابین کوئی پردہ نہیں ہوتا بلکہ جب ایک مظلوم کے دل سے آہ نکلتی ہے تو ساتوں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور مظلوم کی آہ عرش اعظم سے ٹکراتی ہے۔

کل تک جو لوگ اذان، نماز، اسلامی تعلیمات پر پابندی لگاتے تھے آج وہ غیر مسلم ہوکر بھی مسلمانوں سے نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی اپیل کررہے ہیں اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ کرونا وائرس صرف ایک بیماری نہیں بلکہ یہ عذاب الٰہی ہے اس میں جو یعنی اناج کے ساتھ گھن بھی پس سکتا ہے تو گویا آج پوری دنیا کے حالات جہاں انسانوں کے لیے تو وہیں بالخصوص مسلمانوں کے لئے سبق آموز ہیں، درس عبرت ہیں چین سے اٹھنے والی یہ بیماری دنیا بھر میں پھیلتی جارہی ہے یہاں تک کہ کثیر تعداد میں لوگ زیارت حرمین شریفین سے محروم ہوگئے مسلمانوں کو اب تو احساس ہوجانا چاہیے کہ ہمیں اپنا اجتماعی و انفرادی محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر اقوام کی طرح امت محمدیہ کو عذاب کے ذریعے نہ مٹانے کا اپنے حبیب سے وعدہ کیا ہے تو ساتھ ہی متنبہ کیا ہے کہ اے میرے محبوب جب تمھاری قوم بہت زیادہ بگڑ جائے گی تو میں چھوٹے چھوٹے عذاب کے جھٹکے ضرور دوں گا تاکہ تمھاری امت راہ راست پر آجائے۔☆☆☆

# سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تبصرہ نگار: توفیق احسن برکاتی

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| تصنیف | : | عبدالملک بن ہشام حمیری |
| تلخیص | : | عبدالسلام ہارون مصری |
| ترجمہ | : | مفتی محمد انور نظامی مصباحی |
| صفحات | : | ۵۹۲ |
| سنہ اشاعت | : | جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ/جنوری ۲۰۱۹ء |
| ناشر | : | دائرۃ القلم، ہزاری باغ، جھارکھنڈ |

"تحقیق" کے شعبوں میں تاریخ، تذکرہ اور سوانح نگاری کے ساتھ "سیرت نویسی" بھی ہے۔ لیکن مذکورہ تینوں شعبہ جات کے بالمقابل سیرت نگاری زیادہ نازک اور انتہائی دقیق فن ہے اور اعلیٰ درجہ دیانت داری اور حقیقت بیانی کا متقاضی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس میدان کو انتہائی متدین اور امین افراد نے سر کرنے کی کوشش کی۔ سچی بات یہ ہے کہ سیرت، حدیث نبوی کا ہی ایک جزء ہے۔ عہد نبوی میں اس کا ارتقا حدیث نبوی کی شکل میں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ قول، فعل، تقریر اور حلیہ یہ مضامین سیرت وحدیث دونوں کا حصہ ہیں۔ صحابہ کرام یہ دونوں مضامین روایت کرتے رہے۔ لیکن اکابر صحابہ کرام کے عہد میں ہی تابعین کا ایک طبقہ ایسا وجود میں آیا جس نے حدیث کے ساتھ ساتھ سیرت پر خاص توجہ دی اور رفتہ رفتہ انھوں نے سیرت کو حدیث سے ایک الگ مقام بخش دیا۔ یہی طبقہ اولین محدثین کرام کا ہے۔ جن کی کتب حدیث میں دیگر ابواب کے ساتھ "کتاب الآداب، باب الغزوات، باب المعجزات" اور "باب الشمائل" وغیرہ پوری توانائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور یہی ابواب سیرت نبوی کا ماخذ بنے۔

"علم سیرت" ایک مہتم بالشان اور دقت طلب علم ہے۔ مہتم بالشان یوں کہ یہ محبوب خدا ﷺ کا زندگی نامہ ہے اور دقت طلب اس لیے کہ اس کے ماخذ و مراجع قرآن واحادیث اور اقوال صحابہ ہیں، ازواج مطہرات کے بیانات اور بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر باشوں کے مشاہدات بھی سیرت کی کڑیاں جوڑتے ہیں اور پھر ایک صاف وشفاف کردار دنیا کی نگاہوں میں آتا ہے جس کی زندگی کا ہر پہلو سبق آموز، قرآنی حکم کا تابع دار، خدائی انعام کا حق دار اور اخلاقی قدروں کا نمائندہ نظر آتا ہے۔ یہاں امانت، دیانت، وعدہ وفائی، کردار کی شفافیت، علم کی وسعت، فکر کی پختگی، اعلیٰ ظرفی، کشادہ قلبی، غم خواری، حلم وبردباری، انسانیت نوازی، کردار سازی، صبر وتحمل، شکر گزاری کا جذبہ بیکراں، عفو و درگزر کے نقوش اور دانش وری کا زندہ جاوید نمونہ چمکتا ہے اور ہر طرف اپنی روشنیاں بکھیر دیتا ہے۔

قرآنی شہادتوں کی کہکشائیں اور زوجہ رسول [ﷺ] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان "کان خلقہ القرآن" علم سیرت کی بنیاد ہے۔ ہر صدی میں سیرت نگاروں نے انھی بنیادوں پر عمارتیں کھڑی کی ہیں۔ "سیرت ابن ہشام" بجائے خود دوسری صدی ہجری کے مشہور سیرت نگار ابوبکر محمد ابن اسحاق مدنی [متوفی: ۱۵۰ھ/۷۶۸ء] کی "السیرۃ النبویۃ" کی تہذیب وتلخیص ہے۔ ابن اسحاق مدینہ کے رہنے والے تھے، لیکن ان کا وصال بغداد میں ہوا۔ اموی اور عباسی دور کے ممتاز مورخ ہیں، سیرت رسول پر مشتمل ان کی گراں قدر کتاب کے نثری حصے کو عبدالملک ابن ہشام [متوفیٰ: ۲۱۸ھ/۸۳۴] نے اپنی سیرت میں شامل کیا اور وہ "سیرت ابن ہشام" کے نام سے معروف ومقبول ہوئی اور ابن اسحاق کی کتاب دھیرے دھیرے ناپید ہوتی گئی۔ اب سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام کے روپ میں زندہ ہے۔ واقدی نے ابن اسحاق کی ہی طرز و تقلید میں اپنی کتاب "کتاب التاریخ و المبعث والمغازی" مکمل کی تھی، جو "کتاب المغازی" کے نام سے چار دانگ عالم میں مشہور ومتداول ہے۔

"سیرت ابن ہشام" سیرت نبوی کی اولین کتابوں میں شمار کی

جاتی ہے اور کافی مقبول بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے اب تک اس کی بے شمار شروح اور تلخیصات لکھی جاچکی ہیں۔ بلکہ منظوم سیرت ابن ہشام بھی منظر عام پر آچکی ہے۔ قدیم تلخیص نگاروں میں تقی الدین ابوبکر بن علی، ابراہیم بن محمد دمشقی، احمد بن ابراہیم واسطی اور علی بن امام وغیرہم قابل ذکر ہیں ۔ بعد کے ادوار میں عبدالسلام ہارون ، محمد عبدالعزیز شیراوی، عمر عبدالعزیز امین اور محمد لبیب وغیرہ کا نام آتا ہے۔

زیر نظر اردو ترجمہ عبدالسلام ہارون مصری کی تلخیص کا ہے جسے مفتی محمد انور نظامی مصباحی نے جولائی ۱۹۹۱ء میں مکمل کرلیا تھا لیکن اس کی طباعت اٹھائیس سال بعد جنوری ۲۰۱۹ء میں ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ "مختصر سیرت ابن ہشام" کے نام سے شائع ہوا ہے جس کے حاشیے میں عاتق بن غیث بلادی کی کتاب "معجم المعالم الجغرافية فی السيرة النبو یۃ "[مترجم: مولانا افتخار احمد قادری و مولانا اسرارالحسن بھاگل پوری] کا ترجمہ شامل کیا گیا ہے جو بہت اہم ہے اور خاصا مفید بھی۔

ترجمے سے متعلق عمدۃ المحققین علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی کی رائے ملاحظہ کرلیں:

"مولانا [محمد انور نظامی] نے ترجمے میں سلاست ، روانی اور اصل سے قریب تر رکھنے کا اہتمام کیا ہے، رائج علامات وقف پر بھی توجہ دی ہے اور کئی باتوں کا لحاظ رکھا ہے جس کی نشان دہی انھوں نے "آغاز سخن" میں کردی ہے۔ امید ہے کہ یہ ترجمہ عوام وخواص میں بہ نظر استحسان دیکھا جائے گا۔"[ص:۱۳، ۱۴]

راقم الحروف نے اس کتاب کو ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے پڑھا تو کچھ الگ نہ نظر آیا، ترجمہ اس نفاست سے کیا گیا ہے کہ اس پہ اصل کا گمان گزرتا ہے ۔ اور یہی چیز اس ترجمے کا امتیاز ہے ، رائج علامات وقف نے بھی اس میں کمال پیدا کیا ہے ۔ ساتھ ہی سیرت ابن ہشام میں در آئے بلاد وامصار کی جغرافیائی حقیقت بھی حاشیے میں موجود ہے اور حروف تہجی کے لحاظ سے ان کی فہرست بھی درج کردی گئی ہے جس کی وجہ سے کافی آسانیاں اور جدتیں پیدا ہوگئی ہیں۔

کتاب کا ایک اقتباس دیکھیں، صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے پس منظر میں یہ واقعہ پیش کیا گیا ہے:

"اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا گیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے آپ سے کہا: "اے محمد [ﷺ] ! تم نے طرح طرح کے لوگوں کو جمع کرلیا ہے، پھر اپنے اہل خاندان کی اور رشتہ داروں کی کمر توڑنے آئے ہو۔ قریش عورتوں اور بچوں کے ساتھ چیتوں کی کھال پہن کر نکل آئے ہیں اور انھوں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ زبردستی تمھیں کبھی بھی داخل نہیں ہونے دیں گے ۔ اور واللہ ! کل یہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو جائیں گے ۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی پیچھے بیٹھے تھے انھوں نے کہا: "لات کی شرمگاہ چوسو، ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ؟" اس نے کہا: "محمد [ﷺ] ! یہ کون ہے ؟" آپ نے فرمایا: "یہ ابوقحافہ کے بیٹے ہیں ۔" اس نے کہا: "واللہ ! اگر تیرا احسان مجھ پر نہ ہوتا تو اس کا بدلہ تمھیں ضرور دیتا۔"[ص:۳۶۶]

اس تحریر سے اندازہ لگائیں کہ یہ اصل ہے یا ترجمہ؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ترجمہ کس مہارت اور سلیقہ مندی کے ساتھ کیا گیا ہے، ساتھ ہی ہر دو زبانوں میں مترجم کے تبحر کا بھی اندازہ ہوتا ہے ، کیوں کہ جب تک دونوں زبانوں کی لفظیات، تراکیب، محاورات، ضرب الامثال، جزئیات وکلیات اور ڈکشن کا علم نہیں ہوگا ، ایک زبان سے دوسری زبان میں اچھا ترجمہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ کتاب کا تفصیلی مقدمہ جامعہ اشرفیہ کے ممتاز استاذ مولانا محمد عرفان عالم مصباحی کے روز قلم کا نتیجہ ہے جس میں انھوں نے علم سیرت کی اہمیت ، اور کتب سیر میں سیرت ابن ہشام کے مقام و مرتبے کا تعین کیا ہے ، ساتھ ہی مصنف و مترجم کتاب کے احوال زیست بیان کیے ہیں۔

مترجم کتاب مفتی محمد انور نظامی ملک ہندوستان کی عظیم دینی دانش گاہ "جامعہ اشرفیہ" مبارک پور کے ممتاز فاضل ہیں، تحریر و قلم سے وابستگی زمانہ طالب علمی سے ہی قائم رہی ہے، اس ترجمے کا آغاز انھوں نے اپنی فراغت کے سال [۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء] ہی کردیا تھا۔ اس کے بعد مسلسل مشق و ممارست جاری رہی، مختلف موضوعات پر ایک درجن سے زائد کتابیں اور کئی درجن مقالات ان کی زنبیل فکر میں مقید ہیں۔ زیادہ تر انھوں نے فقہی سیمیناروں کے لیے مقالات لکھے۔ جو پڑھے بھی گئے اور مقبول بھی ہوئے۔ سیرت نبوی کے باب میں ان کی یہ کوشش ان شاء اللہ ضرور مقبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ انھیں دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

کتاب بہت اچھے کاغذ پر دیدہ زیب سرورق میں مجلد شائع ہوئی ہے اور ہر لائبریری کی زینت بن سکتی ہے۔ موصوف سے بھی گزارش ہے کہ علمی و تحقیقی شخصیات کو ضرور روانہ کریں لیکن زیادہ سے زیادہ اس کے نسخے ملک و بیرون ملک کی اہم لائبریریوں میں لازمی بھیجیں کہ یہاں کتابیں زندہ جاوید ہوجاتی ہیں اور ذاتیں کبھی کبھی پوری لائبریری لے کر دفن ہوجاتی ہیں۔

# نعت

## کوثر وہ پلاتے جاتے ہیں

ویرانے بساتے جاتے ہیں، گلزار کھلاتے جاتے ہیں
بنجر پہ بھی اپنی رحمت کے خوشے وہ اگاتے جاتے ہیں
ہر سانس خلش ہے ان کے بنا، سینے میں تپش ہے ان کے بنا
فرقت کے بھڑکتے شعلے سب جذبات جلاتے جاتے ہیں
ملتی ہیں پناہیں ہم سب کو احسان و کرم کے دامن میں
ہم خود کو گھٹاتے جاتے ہیں، وہ ہم کو بڑھاتے جاتے ہیں
جنت کی نویدِ رحمت سے کرتے ہیں دلوں کو شاد نبی
دوزخ کے لپکتے شعلوں کو اشکوں سے بجھاتے جاتے ہیں
باندھا ہے شکم پر خود پتھر، پیاسے ہیں مگر دیکھو تو کرم
بھوکوں کو کھلاتے جاتے ہیں، پیاسوں کو پلاتے جاتے ہیں
وہ سب کو پروتے جاتے ہیں وحدت کی لڑی میں ہر لمحہ
ہر دل سے دوئی کا نقش نبی رحمت سے مٹاتے جاتے ہیں
معراج سے لاکر یہ دولت امت کی جبیں میں ڈالی ہے
امت کو جھکا کر سجدے میں مولا سے ملاتے جاتے ہیں
رتبہ یہ نرالا ہے اُن کا، عظمت یہ نرالی ہے اُن کی
قدموں پہ نبی کے سنگ و شجر سر اپنا جھکاتے جاتے ہیں
اللہ کی رحمت سے اُن کو تسکین کی صبحیں ملتی ہیں
امت کے لیے جب راتوں میں وہ اشک بہاتے جاتے ہیں
تعلیم و تمدن کے روشن محلوں کی رکھی ہیں بنیادیں
ایوانِ جہالت اقرا کے انوار سے ڈھاتے جاتے ہیں
دنیا میں کرم ہے کچھ ایسا، محشر میں عطا ہے کچھ ایسی
زم زم وہ پلاتے جاتے ہیں، کوثر وہ پلاتے جاتے ہیں
در اُن کا کھلا ہے سب کے لیے، انسان ہی بس مہتاب نہیں
رضوان بھی آتا جاتا ہے، جبریل بھی آتے جاتے ہیں

**از: مہتاب پیامی**

# منقبت

**محسن ملت، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد محسن نظامی مصباحی قدس سرہ السامی، سابق شیخ الحدیث دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا، کے فاتحہ سوم کے حوالے سے چند اشعار**

********

بزمِ طرب ، شمعِ ادب ، ذوقِ طلب ، جاتا رہا
افسوس ہے ، واحسرتا ! ، حسرت عجب ، جاتا رہا
دل میں الم، چہرے پہ غم، کوہِ ستم، آنکھیں ہیں نم
وہ محسنِ اہلِ سنن ، کہتے ہیں سب ، جاتا رہا
شیدا نظامِ دین کا ، حافظ کا شاگرد رشید
وہ صاحبِ جاہ و حشم ، عالی حسب ، جاتا رہا
صدرالعلوم ، منظر ، معیں ، انوار و امدادالعلوم
تنویر کا مسند نشیں ، حسنی کا لب ، جاتا رہا
ہاتھوں کواے قاتل ترے، مولیٰ مراغارت کرے
زخموں کی نا لاتے ہوئے وہ تاب و تب ، جاتا رہا
انجام سے بے بہرہ تھا! شیطاں کا تجھ پہ پہرہ تھا
دنیا ملی ؟ کیا آخرت ؟ ہائے غضب ، جاتا رہا
وہ تو گیا فردوس میں، تو رہ گیا بس (قوس) میں
کیوں اس طرح حملہ کیا ؟ کیا تھا سبب؟ جاتا رہا
وہ عالمِ دینِ متیں ، اس کی رہی روشن جبیں
تو قاتل علم ویقیں!، مت سوچ اب!، جاتا رہا
آئی خبر وحشت بھری ، حالت دگرگوں ہوگئی
دو تین دن ازہر ہوئے، ہے جاں بہ بلب، جاتا رہا

********

قوس: گھیرا (سزا کی جگہ، سے کنایہ)

☆☆☆☆

**از: ازہر القادری**

# علام و مشائخ کی وفات حسرت آیات

## فرزندان اشرفیہ میں ایک اور عالم دین داغ مفارقت دے گئے
## یعنی مولانا معین الحق علیمی مصباحی نہ رہے

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

اس سال ۱۴۴۱ھ /۱۹_۲۰۲۰ میں ہمیں کئی جید علمائے اہل سنت داغ مفارقت دے گئے، حضرت علامہ مولانا اعجاز احمد ادروی مصباحی، شیخ المعقولات حضرت علامہ مفتی شبیر احمد بستوی مصباحی، حضرت مولانا احمد رضا مصباحی مبارک پوری، مولانا قاری ابوالحسن گورکھپوری مصباحی وغیرہم۔

اور ابھی اچانک ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کی شب عالم جلیل مولانا معین الحق علیمی مصباحی بستوی (سابق صدر دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی) ضلع بستی (یوپی) کے انتقال پر ملال کی خبر نے علیمی اور مصباحی حلقے میں ہلچل مچا کے رکھ دی، مولانا کا قیام ممبئی میں تھا، علیمی دربار ہوٹل مصطفیٰ بازار ممبئی کے آنر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے تھے، ان کے والد گرامی جناب الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی، مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم رضوی میرٹھی علیہ الرحمہ کے مرید خاص تھے، انھیں کے نام پر اپنے احباب کو لے کر دارالعلوم علیمیہ قائم کیا تھا، جس کے وہ صدر بھی تھے ان کے انتقال کے بعد مولانا معین الحق صدر ہوئے، آپ نے اپنی صدارت کے زمانے میں دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کو شاہراہ ترقی پر لاکر کھڑا کیا اور ممبئی میں اپنی کاروباری زندگی سے منسلک رہ کر بھی دارالعلوم کی خدمت اور نگرانی کرتے رہے اس کی تعمیر و ترقی پر بھی بھرپور توجہ دیتے رہے یہاں تک کہ دارالعلوم علیمیہ ملک کے سنی اداروں میں ایک مشہور اور معتبر ادارہ شمار کیا جانے لگا۔ اور ملک و بیرون ملک میں اس کی شہرت و مقبولیت کا ڈنکا بجنے لگا، اور آج علیمی نسبت ایک معتبر علمی نسبت کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

مولانا مرحوم نہایت سنجیدہ ملنسار اور خوش اخلاق عالم دین کی حیثیت کے مالک تھے. چہرے بشرے سے عالمانہ وقار ٹپکتا تھا، کم گو تھے مگر جب بولتے تو کام کی بات کرتے، فضول بکواس سے انہیں چڑھ کی حد تک نفرت تھی۔

مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی (صدر شعبۂ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی) کے جگری دوستوں میں تھے اور دارالعلوم کے تعلیمی امور میں ان کی رائے اور مشورے کو بڑی اہمیت دیتے تھے انہیں کی نگرانی اور مولانا صادق رضا مصباحی کی ادارت و معاونت میں ماہنامہ پیام حرم جمداشاہی کا ایک عظیم و ضخیم مبلغ اسلام نمبر بھی آب و تاب سے شائع کیا. جس کے کل صفحات ۹۱۲ ہیں، جس میں خلیفہ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

یہ آپ کا صحافت و تذکرے کے میدان میں ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، ضمناً اس نمبر میں صاحبزادہ مبلغ اسلام قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کا بھی اچھا خاصہ تذکرہ آ گیا ہے۔ آج کی نئی نسل نہ مبلغ اسلام سے واقف ہے، نہ ہی قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی ہی کو جانتی پہچانتی ہے، لہٰذا غفلت شعاری اور اسلاف فراموشی کے اس دور میں مولانا علیمی کے اس کام کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ مولانا نے تو یہ کام کر دیا، اب ضرورت ہے کہ ہم اس ضخیم نمبر کے مضامین کو عام لوگوں تک پہنچائیں اخبارات و رسائل میں اس کے اقتباسات شائع کرائیں، کیوں کہ ضخیم نمبرات بالعموم ایک ہی بار شائع ہو کر رہ جاتے ہیں اور کم تعداد میں شائع بھی ہوتے ہیں حضرت مبلغ اسلام کے شایان شان ایک ضخیم یا متوسط سوانح حیات بھی اس نمبر کی مدد سے ترتیب دی جا سکتی ہے جس کے ذریعے ان کا تذکرہ بہت آسانی سے عام ہو سکے گا اور عام لوگ بھی اس عظیم مبلغ اسلام کی حیات و خدمات سے واقف ہو سکیں گے۔

مولانا معین الحق علیمی کے کارناموں میں ایک اہم کارنامہ عرس علیمی بھی ہے جو پچاس سال سے زائد عرصہ ہوا مصطفیٰ بازار ممبئی میں ان کے والد گرامی جناب الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کے اہتمام میں منعقد ہوتا چلا آرہا ہے جسے مولانا علیمی نے بھی برقرار رکھا جو ہر سال دسویں محرم الحرام شریف میں منعقد ہوتا ہے، اسی کے ساتھ شہید اعظم کانفرنس بھی ہر سال منعقد ہوتی ہے جس کے انتظام و انصرام میں میں مولانا علیمی کے ساتھ مقامی علماء و عوام بھی شریک رہتے ہیں، سیٹھ شمس الحق علیمی کے زمانے میں راقم الحروف کو بھی ایک بار اس عرس و کانفرنس میں شرکت کی سعادت ملی ہے خدا کرے یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری و برقرار رہے،

غرض مولانا معین الحق علیمی ایک بھرے پُرے خاندان کے چشم و چراغ تھے فراغت کے بعد سے اگرچہ مشغلہ کاروبار تھا، لیکن اپنے عالمانہ وقار کو ہمیشہ برقرار رکھا اور دینی تعلیمی و تبلیغی خدمات میں آخری لمحے تک مصروف رہے۔

میری ان سے آخری ملاقات مارہرہ شریف عرس قاسمی برکاتی ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۹ء میں مولانا ڈاکٹر غلام یحیی انجم صاحب کے ساتھ ہوئی تھی پھر چھ مہینے کے بعد ان کے انتقال پُرملال کی اچانک خبر ملی، جس سے طبیعت نڈھال ہو کر رہ گئی، نگاہوں کے سامنے ان کا وجیہ چہرہ پھر گیا، اور ان کی دینی خدمات ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں۔

مولیٰ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے، ان کے دینی کارناموں کو قبولیت کا شرف بخشے، پسماندگان کو صبر کی توفیق دے، دارالعلوم علیمیہ کو ترقی پر ترقی دے، اس کے موجودہ نظام تعلیم کو بہتر سے بہتر بنانے کی موجودہ ارباب بست وکشاد کو توفیق عطا فرمائے، آمین

*****

## مے خانۂ عزیزی کا ایک گم نام ساقی نہ رہا

**مولانا محمد شہروز مصباحی**

حضور حافظ ملت الشاہ عبد العزیز محدث مرادابادی علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے ایک گم نام شاگر داور سچے مرید حضرت مولانا الحاج ذکیر الدین عزیزی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک لاعلاج بیماری سے جوجھنے کے بعد ۱۷ مارچ ۲۰۲۰ کو اس دار فانی سے دار بقا کو کوچ کر گئے -اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا ذکیر الدین صاحب موہنا، چوکی، کدوا، کٹیہار کے ایک ولی صفت عالم دین تھے ،تقوی شعار، نام ونمود سے دور ،ذکر وفکر سے معمور تھے، نحیف بدن ،گندمی رنگ اور میانہ قد کے مالک تھے -کم سخن، ملنسار اور پابند صوم صلوۃ تھے

**پیدائش وتعلیم تربیت:**-۵ مارچ ۱۹۵۳ کو بلیبار پور، جگدھاٹولی میں کاتب حسین ابن الطاف حسین ابن ہوش محمد کے گھر پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم خانقاہ رحمن پور تکیہ شریف، بارسوئی، کٹیہار میں حاصل کی بعد میں دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم معروف بہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخل ہوئے اور اپنی پوری مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۸۷ ہجری مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۶۷ میں فراغت پائی

**بیعت:**- دوران تعلیم ہی اپنے استاذ محترم جلالۃ العلم عزیز الاولیا حضور حافظ ملت الشاہ عبد العزیز محدث مرادابادی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور عزیزی جام سے شرشار ہوئے -حضرت مولانا ذکیر الدین عزیزی مصباحی کو اپنے پیر ومرشد اور مادر علمی دونوں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، یہ الگ بات ہے کہ ضروریات زندگی کے جھمیلوں نے مبارکپور کا سفر وصال مرشد کے بعد میری معلومات کے مطابق ایک دو بار ہی ہوا، عرس جاناں میں حاضری بڑے والہانا انداز میں دیتے -مرشد سے محبت ایک واضح مثال یہ ہے کہ رمضان المبارک میں صبح قران مقدس کی تلاوت کے بعد حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی مدظلہ کی لکھی ہوئی کتاب "ملفوظات حافظ ملت "کا دل جمعی سے مطالعہ فرماتے اور یہ عمل مسلسل پورے رمضان کو جاری۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے بھی بہت محبت فرماتے ، ہر سال بلاناغہ زر تعاون جامعہ اشرفیہ کے نام کا منی آڈر روانہ فرماتے -جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی جانب سے بھی ہر سال رمضان المبارک کا پوسٹر اور عرس حضور حافظ ملت کا اشتہار بذریعہ ڈاک حضرت کے گھر آتا

**تدریسی خدمات:**- فراغت کے بعد دو چند جگہوں پر تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد حکومت بہار سے منظور شدہ مدرسہ اصلاح المسلمین سہرول، کٹیہار میں بحیثیت مدرس اول ملازم ہوئے اور دوسرے سرکاری ملازمین کے برخلاف محنت ولگن سے پڑھاتے رہے ،یہی وجہ ہے کہ گاوں والے آپ کی بہت زیادہ قدر کرنے لگے -اصاغر نوازی اور اچھے طلبہ کی حوصلہ افزائی آپ خوب خوب فرماتے۔جب آپ کا وصال ہو تو نماز جنازہ میں بھیڑ دیکھ کر لوگ دنگ رہ گئے لوگوں نے برملا کہا کہ غریبوں کے جنازے میں اگر بھیڑ ہوتی ہے تو صرف اور صرف ذی قدر علماہی کے جنازے میں ہوتی ہے

حضرت مولانا ذکیر الدین علیہ الرحمہ کے کاغذاتی فائل کو کھول کر دیکھا گیا تو اس میں متعدّد اہم کاغدوں کے ساتھ شہزادہ حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبد الحفیظ مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا ایک خط ۲۰۱۶ کا لکھا ہوا ملا جو جامعہ اشرفیہ مبارکپور کو نوہزار روپے (۹۰۰۰) زر تعاون کا منی آڈر بھیج نے کا تشکر نامہ تھا۔

**گاوں کی امامت:** حضرت مولانا ذکیر الدین عزیزی علیہ الرحمہ نے سرکاری ملازمت سے سبک دوشی کے بعد گاوں کی امامت کی ذمہ داری پوری زندگی بلا معاوضہ نبھائی یہ ان کی عظیم بے لوث خدمت ہے-

**زیارت حرمین شریفین**- ۱۴۳۶ کو فریضۂ حج ادا فرمایا جب کہ ۱۴۴۰ھ کو عمرہ بھی فرمایا

آپ کے پسماندگان میں دولڑکے (۱) مولانا قیصر رضا نعیمی (۲) ومحمد شاہد رضا ہیں لڑکیوں میں تین لڑکیاں ہیں اور سبھی اولاد شادی شدہ ہیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت مولانا ذکیر الدین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور گاوں والوں کو ان کا بدل عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم ◘



برادر زادہ حضرت مولانا ذکیر الدین عزیزی مصباحی علیہ الرحمۃ

## فضا خموش، سبو چپ، اداس پیمانے

یہ خبر انتہائی غم کے ساتھ دی جارہی ہے کہ مصطفیٰ بازار ممبئی کے معروف عالمِ دین حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی گذشتہ شب ۱۲ر بج کر ۳۰ر منٹ پر بتاریخ ۲۲ر مئی ۲۰۲۰ء ممبئی ہاسپیٹل میں انتقال فرماگئے، تقریباً ۱ر بجے شب موبائل پر یہ الم ناک خبر پڑھی، ہم نے اسی وقت حضرت مولانا محمد عرفان علیمی اور حضرت مولانا مظہر حسین علیمی سے رابطہ کیا۔ ان حضرات نے انتہائی الم ناک انداز میں تائید فرمائی۔ کلمات استرجاع کے بعد چند سورتیں پڑھ کر ان کا ثواب موصوف علیہ الرحمۃ کو ایصال کیا۔ محب گرامی حضرت مولانا محمد عرفان علیمی دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ حضرت کے تین صاحب زادے ہیں، دو شادہ شدہ اور ایک ابھی چھوٹے ہیں ایک دختر نیک اختر ہیں جو مفتیِ اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی دامت بر کاتہم العالیہ کے فرزند ارجمند سے منسوب ہیں۔

حضرت علامہ علیہ الرحمۃ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نام ور فاضل تھے، آپ ایک اعلیٰ خاندان کے فرد فرید تھے۔ آپ کی ولادت ۱۵ر مارچ ۱۹۵۹ء بمقام جمداشاہی ضلع بستی میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم محلہ مصطفیٰ بازار ممبئی میں علیمی دربار ہوٹل چلاتے تھے، حضرت علامہ علیمی مصباحی علیہ الرحمۃ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں عزت وعظمت کے ساتھ رہتے تھے، باصلاحیت اور باوقار تھے، آپ کے والد گرامی علیہ الرحمۃ اور الحاج سیٹھ غلام مصطفےٰ رضوی علیہ الرحمۃ نے جمداشاہی ضلع بستی میں دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی قائم کیا، اپنے والد گرامی کے وصال پر ملال کے بعد آپ اس عظیم ادارے کے صدر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ احقر مبارک حسین مصباحی سے موصوف علیہ الرحمۃ بے پناہ محبت فرماتے تھے، متعدّد بار حضرت کے حکم پر ہمیں دار العلوم علیمیہ بھی مدعو کیا گیا۔ علیمی دربار ہوٹل سے متّصل آفس، محلہ مصطفیٰ بازار، ممبئی میں بھی متعدّد بار حاضر ہونے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

آپ ۱۰ر محرم الحرام کو اسی مقام پر سالانہ عرس مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ اور شہدائے کربلا کے حوالے سے کانفرنس منعقد فرماتے تھے، اس میں بھی متعدّد بار شرکت اور خطاب کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ آپ اور آپ کے احباب نے دار العلوم علیمیہ جمداشاہی میں دو روزہ سیمینار مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہ اور قائد اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی پر کیا تھا۔ ان مقالات کا مجموعہ ۹۱۲ر صفحات پر مشتمل آپ نے شائع کرایا۔

مختصر یہ کہ آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ اور موجودہ سربراہِ اعلیٰ عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ دامت برکاتہم العالیہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ ہم ان شاء اللہ جلد ہی تفصیل سے حضرت پر مضمون لکھیں گے، دعا ہے کہ مولا تعالیٰ ان کے نیک کارناموں کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے، اہلیہ محترمہ، اولاد امجاد، عزیز و اقارب اور اہلِ سنت و جماعت کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ ”بساطِ بزم الٹ کر کہاں گیا ساقی“

**از: مبارک حسین مصباحی**

## تلمیذ حضور حافظ ملت مولانا قاری آفتاب عالم مصباحی

حضرت مولانا قاری آفتاب عالم مصباحی علیہ الرحمۃ ایک نام ور عالمِ دین تھے، آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے دستارِ فضیلت حاصل فرمائی۔ آپ نیک سیرت، بلند اخلاق اور صوم وصلاۃ کے حد درجہ پابند تھے۔ ۴ر مئی ۲۰۲۰ء کی صبح آپ کا ممبئی کی سرزمین پر وصال پر ملال ہو گیا، سن کر کلمات استرجاع پڑھے اور ان کی مغفرت کی دعا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے درس لینے کی سعادت حاصل فرمائی تھی۔ آپ نے قریب ۱۷ر برس تک بحیثیت خطیب وامام مسجد تیلی محلہ ممبئی میں خدمات انجام دیں۔

آپ بلا شبہہ حضور حافظِ ملت اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے تھے، آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنی کتابیں جامعہ اشرفیہ کی لائبریری کے لیے عنایت فرمادی تھیں۔ ایک فاضلِ جلیل کو کتابوں سے کتنا لگاؤ ہوتا ہے، گویا کہ اپنی زندگی کی اپنی علمی کمائی آپ نے اپنے مادرِ علمی کے لیے وقف کر کے ایک یادگار کارنامہ انجام دیا ہے، جسے عرصۂ دراز تک یاد کیا جائے گا۔

بلا شبہہ آپ کا رحلت فرما جانا جامعہ اشرفیہ اور علمائے اہلِ سنت کے لیے ناقابلِ تلافی خسارہ ہے، اپنے تمام قارئین سے ہماری

گذارش ہے کہ ان کے لیے دعاے مغفرت فرمائیں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں، مولا تعالیٰ ان کی علمی اور دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنی شان کریمانہ کے مطابق جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مصطفیٰ جان رحمت کی شفاعت کبریٰ انھیں مقدر فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند ترین مقام سے مالا مال فرمائے۔ پس ماندگان، لواحقین اور متعلقین کو صبر جمیل اور شکرِ عظیم کی دولت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

**از: مبارک حسین مصباحی**

## حافظ احمد رضا مصباحی علیہ الرحمہ

محترم المقام حضرت حافظ احمد رضا مصباحی بفضلہ تعالیٰ اچھے اور نیک حافظِ قرآن تھے، نیک مزاج، ملنسار اور پابند صوم و صلاۃ تھے، ان کی عمر ۳۵؍ برس تھی۔ ۱۶؍ مئی ۲۰۲۰ء کو شب میں نمازِ تراویح کے بعد اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، گیارہ بجے شب کا وقت تھا، اپنے دوستوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھے کہ اچانک ایک طرف کو گرے، احباب نے اٹھانے کی کوشش کی مگر افسوس، وہ اپنے خدا کی بارگاہ میں جا چکے تھے، لوگوں نے نبض دیکھی تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اس حادثے کے بعد ہر طرف غم کی لہر دوڑ گئی۔ ہم نے موبائل پر دیکھا، حد درجہ غم ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور کچھ صورتیں تلاوت کر کے ایصال ثواب کیا۔

آپ محلہ نوادہ، مبارک پور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی جناب اشرف حسین ہے، مرحوم کے تین چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ کے وصال پر ملال سے اہلِ خانہ، اعزہ و اقارب کو یقیناً غم ہوا ہے، بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل آپ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان، والدین کریمین، اہلیہ محترمہ اور بچوں کو صبر و شکر کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

**از: مبارک حسین مصباحی**

## سراج الفقہا کے برادرِ گرامی کے وصال پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تعزیتی نشست کا انعقاد

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ایک تعزیتی نشست زیر صدارت عزیز ملت حضرت علامہ الشاہ عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ منعقد ہوئی جس میں عزیز ملت نے اپنے دعائیہ کلمات میں اظہار غم اور تعزیت پیش کرتے ہوئے سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین و صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے برادر کبیر مرحوم محمد یوسف کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے تعزیتی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم محمد یوسف عزیزی سراج الفقہا کے نو برادران میں چھٹے نمبر پر تھے۔ آپ عزیزی نسبت رکھنے کے ساتھ ہی حضور عزیز ملت کے مرید تھے۔

سراج الفقہا کے چار برادران بزرگ حضور عزیز ملت دامت برکاتہم القدسیہ سے نسبت بیعت رکھتے ہیں۔ مرحوم اپنے بھائیوں میں سب سے دلیر تھے۔ اپنی جوانی کے ایام میں شجاعت و بہادری میں دور دور تک مشہور تھے۔ آپ ذہین و فطین ہونے کے ساتھ مدبرانہ شان بھی رکھتے تھے۔ آپ کی شجاعت و بہادری کے واقعات بہت ہیں۔

آپ بڑے خلیق اور ملنسار تھے۔ شب وصال بھی اپنے کام میں مصروف تھے کہ وقت اجل آپہنچا اور داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ کے وصال سے سراج الفقہا کو کافی صدمہ پہنچا اور صبح صادق کے وقت مبارک پور سے اپنے آبائی وطن قریہ بھوجولی بزرگ ڈاک خانہ کھڈا بازار ضلع کشی نگر کے لیے روانہ ہو گئے۔ سراج الفقہا کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں عوام الناس کے علاوہ قرب و جوار کے بہت سارے علما شریک ہوئے۔ پھر مقامی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

مولانا نے کہا کہ بلا شبہ سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کے لیے انتہائی غم کا موقع ہے اللہ تعالیٰ انھیں اور دیگر اہل خانہ کو صبر و شکر کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کے پس ماندگان میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ ایک لڑکے مولانا عبد اللہ برکاتی ایک مصباحی عالم دین ہیں۔ تعزیت پیش کرنے والوں میں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، ناظم اعلیٰ حاجی سرفراز احمد مولانا محمد نعیم الدین عزیزی، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی وغیرہ اساتذہ اشرفیہ شامل ہیں۔ ......**از: رحمت اللہ مصباحی**

## مولانا معین الحق علیمی کا وصال پر ملال

جمعۃ الوداع کی شب ۱؍ بجے برادر عزیز قاری چاند رضا رضوی علیمی

بانی رضا دار القراءت داھروار کرناٹک نے خبر دی کہ دار العلوم علیمیہ کے سابق صدر اعلیٰ جناب مولانا معین الحق علیمی کا انتقال پر ملال ہو گیا، یہ خبر بجلی کی طرح قلب و جگر پر اثر انداز ہوئی، صبح میں دار العلوم علیمیہ کے صدر اعلیٰ مخیر قوم جناب الحاج وصی الدین صاحب سے رابطہ کیا تو انھوں نے اس جانکاہ خبر کی تصدیق کی اور کہا کہ چند دنوں سے ان کی طبیعت خراب چل رہی تھی، اچانک یہ حادثہ ہو گیا۔ بعد نماز فجر سوناپور قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت سارے اعزہ واحباب واقارب شرکت سے محروم رہے۔

حضرت علیمی مرحوم گوناگوں اوصاف وکمالات کے جامع تھے، حضور حافظ ملت بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے تلمیذ سعید جناب سیٹھ شمس الحق علیمی کے فرزند جلیل، قائد اہل سنت حضرت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے مرید صادق جناب سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی مرحوم کے معتقد خاص، حضور عزیز ملت مدظلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کے محبوب نظر اور حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے۔ ایک منتظم، فعال ومتحرک ارکان (باڈی) کی موجودگی میں دار العلوم علیمیہ کو شاہ راہ ترقی پر گام زن کرنے میں ان کا اہم وبے مثال کردار رہا۔ شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ جن کے قدم کی برکت سے دار العلوم علیمیہ اوج ثریا تک پہنچا ان کو ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ سے دار العلوم علیمیہ کی طرف منتقل کرنے میں ان کا کلیدی کردار رہا۔ آج دار العلوم علیمیہ کا علمی فیضان جو ابر باراں کی طرح برس رہا ہے، اس میں مولانا علیمی کی بھی بے لوث قربانیاں شامل ہیں۔

خادم نے سات سال تک دار العلوم علیمیہ کی خدمت انجام دی۔ مولانا علیمی مرحوم کو بہت قریب سے دیکھا، ہمدرد قوم وملت، اخلاق کریمانہ، عالمانہ وقار، حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کا جامع اور مسلک اعلیٰ حضرت کا داعی پایا، دار العلوم کی ترقی کے لیے عہد شباب سے تادم زیست کوشاں رہے۔ ان کی رحلت سے ارباب اہل سنت بالخصوص علیمی اور مصباحی برادران کا عظیم خساری ہوا۔ مولا تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

**سوگوار: محمد مسیح احمد قادری**

پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور

## آہ۔ حضرت مولانا قاری عظیم نقش بندی

مولانا قاری عظیم نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک المناک حادثے میں شہید ہو گئے، آپ ۱۹۹۰ء میں اہل سنت کی معروف درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے تھے، علمی وتدریسی میدان میں آپ سے کئی امیدیں وابستہ تھیں کہ آپ اچانک ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے، جواں سال عالم دین کی اچانک وفات حسرت آیات سے کافی دکھ ہوا، افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ

شریک غم: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ "خلیفۂ مجاز بریلی شریف" مدیر اعلیٰ الحقیقہ۔ ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان۔

## مولانا حافظ عبد الغفار المعروف "نوری بابا" بھی داغ مفارقت دے گئے

"...... ابھی کچھ عرصے سے "کاروان آخرت" میں شامل ہونے والے علماء ومشائخ میں نہایت تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان کے روح رواں عالمی ناشر رضویات حضرت علامہ مولانا سید وجاہت رسول تاباں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات حسرت آیات ہوئی تھی اور ہم ان کی نورانی وجدانی یادوں میں گم ہی تھے کہ معروف درسگاہ جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹھنا سدھارتھ نگر یوپی کے سابق صدر المدرسین مولانا مفتی عبد الرحمن خان محدث تلسی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی رخت سفر باندھا ان کی جدائی کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ مشہور درسگاہ تنویر الاسلام امرڈوبھا کے روح رواں علامہ الحاج محمد محسن نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ ابھی ان کا صف ماتم بچھا ہوا ہے کہ حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الغفار المعروف "نوری بابا" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہاں سے کوچ کیا اور کاروان آخرت میں شامل ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ عبد الغفار نوری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کی معروف علمی وروحانی شخصیت تھی۔ آپ حضرت مفتی اعظم علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نہایت ہی چہیتے

خلیفہ تھے۔ آپ کے پیر و مرشد بھی آپ کی خدمات جلیلہ کو سراہتے تھے۔ آپ نے "اندور" میں اپنے پیر و مرشد کی یاد میں "دارالعلوم نوری" قائم کیا تھا جہاں سے علم وفضل کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ کا حلقہ ارادت بھی نہایت وسیع ہے۔

حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ عبدالغفار المعروف نوری بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اچانک وفات سے ہماری نوری بزموں کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔ آہ علم وفضل کا اک ستارہ اور غروب ہوا اور بڑھی تاریکی۔ آپ کے انتقال پر ملال نے ہمیں نڈھال اور بے حال کر دیا ہے۔ ہم سب سراپا غم ہیں اور ہماری آنکھیں نم ہیں۔ ان کے مریدین، متوسلین اور متعلقین کو چاہیے کہ وہ آپ کی یادوں کے نقوش کتابی صورت میں محفوظ کر کے منصۂ شہود پر لائیں تاکہ ہماری نوجوان نسل میں بھی اسلاف شناسی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ عبدالغفار المعروف نوری بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بخشش فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے تمام پسماندگان بلکہ ہم سب کو صبر جمیل اور پر اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

شریک غم اور پرنم: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

## آہ! حضرت پیر سید عظمت علی شاہ بخاری المعروف "چن جی حضور" بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے

"......کچھ عرصے سے کاروان آخرت میں شامل ہونے والے علما ومشائخ میں نہایت تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے علم عرفان کے کئی ستارے غروب ہو گئے، آہ۔ تاریکی پڑتی جا رہی ہے، اندھیرا چھا رہا ہے، ہر کوئی جا رہا ہے، جانے والوں کی جدائی کے زخم ابھی تازہ ہی ہیں کہ مملکت خداداد پاکستان کے شہر گوجرانوالہ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی معروف خانقاہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے سجادہ نشین شیخ طریقت حضرت پیر سید عظمت علی شاہ بخاری کیلانی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رخت سفر باندھا اور مسافر آخرت بن کر کاروان آخرت میں شمولیت اختیار کر لی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت پیر سید عظمت علی شاہ بخاری کیلانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے تصوف کی مشہور شخصیت تھی۔ نظریاتی اور اعتقادی طوفانوں میں آپ نے ایک چٹان کی طرح استقامت دکھائی۔ آپ عشق رسالت مآب ﷺ کے ایک سفیر کی طرح سامنے آئے۔ آپ نے جہاں ہمارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و ناموس پر پہرہ دیا وہاں آپ کی اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار کی ناموس کا بھی دفاع کیا۔ تقریر و تحریر کے ذریعے علماء ومشائخ سے اعتقادی اور نظریاتی فتنوں کا رد بلیغ فرمایا۔ آپ ایک باکمال شیخ طریقت تھے۔ آپ کی یادیں اور باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ آہ۔ آپ کی رحلت ہمارے لئے ایک عظیم سانحہ فاجعہ ہے۔ ہم ایک عظیم عاشق رسول سے محروم ہو گئے۔ آپ کی وفات حسرت سے ہمارا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

موت اس کی ہے جس کا زمانہ کرے افسوس، یوں تو دنیا میں سب ہی آئے ہیں مرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کے پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

شریک غم اور پرنم:: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

## حضرت خواجہ پیر ابوالخیر محمد عبداللہ جان

آج سوشل میڈیا پر یہ خبر وحشت گردش کرتے نظر آئی کہ عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ پیر ابوالخیر محمد عبداللہ جان محی الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہان فانی سے کوچ فرما کر عالم جاودانی کی جانب کوچ کر لیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی اچانک وفات حسرت آیات سے فضا سوگوار ہو گئی ہے، ہماری روحانی مجالس اور تقریبات کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔ آپ کی تابناک شخصیت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/ ذو الحجہ ۱۳۵۶ھ/۱۷/ فروری ۱۹۳۸ء بروز جمعرات پشاور شہر کے محلہ بھانہ ماڑی میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت حاجی محمد جان المعروف بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی نہایت پارسا اور متدین تھے۔۔ بچپن ہی سے آپ کی پیشانی سے آثار ولایت

نمایاں تھے۔ ایڈورڈہائی سکول پشاور سے عصری تعلیم حاصل کی، اور پھر نامور اساتذہ کرام سے دینی تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ چونکہ گھر کا ماحول خالص دینی تھا اسی لیے زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے حضرت خواجہ صوفی نواب الدین موہروی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی سعادت حاصل کرلی تھی۔ بعد میں اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ مولانا میراگل علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا۔ اسی طرح پیر ضامن نظامی علیہ الرحمۃ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں، مولانا محمد اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اور شیخ العرب والعجم مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی علیہ الرحمۃ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اور حاجی محمد امین علیہ الرحمۃ نے آپ کو چاروں سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

حضرت خواجہ پیر ابوالخیر محمد عبداللہ جان نقشبندی علیہ الرحمۃ آسمان تصوف پر ایک درخشندہ ستارے کی مانند چمکتے دمکتے رہے۔ آپ نے پشاور میں کوہاٹ روڈ بالمقابل آڈٹ کالونی میں عظیم الشان خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ وہاں دارالعلوم اسلامیہ مجددیہ کا قیام عمل میں لایا اور ایک عظیم الشان لائبریری "کتب خانہ خیریہ" کا اجراء فرمایا۔ وہاں آپ نے دنیا بھر سے قرآنیات، احادیث، سیرت، تصوف، تاریخ اور تذکرہ کے موضوعات پر کتابیں جمع کیں۔ ان سے آپ کی کتاب شناسی اور کتاب دوستی عیاں ہوجاتی ہے۔

آپ کا ذوق مطالعہ دیدنی تھا۔ علمی و روحانی دنیا سے آپ نے ہمیشہ رابطہ باضابطہ رکھا۔ ہر نئی شائع ہونے والی کتاب پر آپ کی نظر ہوتی تھی، کتابوں کے لئے آپ دور دراز کا سفر خود اختیار فرماتے کتابوں کو سینے سے لگاتے اور پھر اپنی لائبریری میں انہیں نہایت طریقے سلیقے سے سجاتے۔ اور خوشی سے جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ آپ کی لائبریری میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی، ہندی، پشتو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں ہزاروں نادر و نایاب کتابیں موجود ہیں۔

قلم و قرطاس سے بھی آپ کا تعلق گہرا رہا ہے۔ پشاور سے آپ نے ایک رسالہ "الخیر" بھی جاری فرمایا تھا۔ مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ سے قرآن کریم کے حوالے سے ایک کتاب "آخری پیغام" لکھوا کر شائع فرمائی۔ پروفیسر خالد امین الخیری سے "سلسلہ خیریہ" اور محمد صادق قصوری سے ایک ضخیم کتاب "تذکرہ نقشبندیہ خیریہ" لکھوا کر شائع کروائی جس میں پیغمبر آخرالزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر خواجہ محمد عبداللہ جان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تک سلسلہ عالیہ خیریہ نقشبندیہ کے تمام مشائخ کرام کا جامع اور مفصل تذکرہ شامل ہے۔ پشاور کے علاوہ اسلام آباد میں بھی آپ نے آستانہ خیریہ کی ایک شاخ قائم فرمائی ہے۔ آپ اپنی مجالس میں جب ذکر جہر کراتے تھے تو ایک روحانی سماں باندھ دیا کرتے تھے۔

آپ نے دس بار حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ کئی بار اہل خانہ اور یارانِ طریقت کے ساتھ بھی عمرہ اور مدینہ شریف میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سیروافی الارض کے تحت آپ نے متعدّد بار ہندوپاک، عراق، اور دیگر ممالک کا سفر کیا، علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور وہاں مزارات کی زیارت کی۔

تبلیغ اسلام کے حوالے سے آپ کی خدمات اظہر من الشمس ہیں، کئی غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اکابر کا ادب و احترام اور اصاغر سے محبت و شفقت آپ کی پہچان تھی۔ آپ کی شخصیت تواضع و انکساری کا حسین مرقع تھی۔ آپ یادگار اسلاف تھے۔ فقیر کے مہربان اور قدردان تھے، آپ سے فقیر کا تعلق ۱۹۸۵ء سے ہے۔ فقیر پر آپ کی نوازشات اور عنایات بے شمار ہیں۔ پشاور اور اسلام آباد میں آپ سے کئی باریادگار ملاقاتیں اور باتیں ہوئیں۔

احترام سادات میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ سے آپ کی محبت و عقیدت دیدنی تھی۔ آپ کے افکار و نظریات پر نہایت سختی سے کاربند تھے۔ حب الوطنی سے سرشار تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ کو محسنین ملت قرار دیتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے اور جانشین پیر محمد بدر عالم جان صاحب زید مجدہ آپ کی فکر کے امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے آمین۔ عالم اسلام کے صوفی باصفا حضرت پیر خواجہ محمد عبداللہ جان نقشبندی مجددی ۲۹ علیہ الرحمۃ / رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ / ۲۳ / مئی ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ بوقت صبح داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آہ! ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ آسمان تصوف کا ایک روشن ستارہ غروب ہو گیا۔ آہ! اک روشن چراغ تھا نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب

حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان، اور ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

دعا گو و دعا جو: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

## آہ! معین العلماء علامہ محمد معین الحق علیمی بھی نہ رہے

یہ روح فرسا خبر سن کر انتہائی افسوس اور دکھ ہوا کہ معین العلماء حضرت علامہ مولانا محمد معین الحق علیمی علیہ الرحمۃ نے بھی رخت سفر باندھ کر کاروان آخرت میں شرکت فرمالی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل نفس ذائقۃ الموت ایک اٹل حقیقت ہے۔ یقیناً ہر ایک نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے، روزانہ ہزاروں لوگ موت کی وادی میں جا رہے ہیں لیکن چند ایسے سعادت مند حضرات جب سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہیں تو وہ کچھ ایسے سج دھج سے اس جہان فانی سے کوچ کرتے ہیں کہ ان پر زمین و آسمان روتے ہیں، در و دیوار سوگوار ہوتے ہیں اور منظر کچھ یوں سامنے آتا ہے:

معین العلماء حضرت علامہ مولانا محمد معین الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ایسے ہی پاکان امت میں ہوتا ہے۔ آپ کی اچانک وفات حسرت آیات سے پوری دنیائے سنیت سوگوار ہے، ہر جانب صف ماتم بچھی ہوئی ہے، قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی محافل ہو رہی ہیں۔ آہ ہم علم و عرفان کے مینار سے محروم ہو گئے، ہماری علمی و روحانی محافل کی رونقیں ماند پڑ گئیں، موت العالم موت العالم کسی نے بجا فرمایا ہے ع۔۔ تو کیا گیا کہ اک عہد کو ویراں کر گیا۔

معین العلماء حضرت علامہ مولانا محمد معین الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ر مارچ ۱۹۵۹ء کو اس آب و گل میں تشریف لائے، آپ کا مقام پیدائش پوسٹ و مقام جمدا شاہی ضلع بستی (انڈیا) ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت شمس الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ) ایک متدین انسان تھے آپ نے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کا قیام عمل میں لا کر علم و فضل کی آب یاری فرمائی آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم و تربیت بھی اس انداز میں فرمائی کہ آپ علم و فضل کے ایک آفتاب بن کر سامنے آئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہوئی، پھر گاؤں کے ایک مکتب میں پڑھا، ممبئی کے معروف دارالعلوم محمدیہ میں کچھ عرصہ پڑھا اور پھر ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کی معروف درسگاہ۔ جامعہ اشرفیہ مبارک اعظم گڑھ میں داخلہ لیا اور وہاں کے نامور اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ۱۹۷۸ء میں یہاں سے سند فراغت حاصل کی اور پھر علمائے اہل سنت میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ آپ اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کئے گئے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے روح رواں رہے اور اپنی شب و روز محنت سے اس کی علمی شہرت کو بام عروج پر پہنچایا۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والا ہر فرد علمی دنیا میں نمایاں طور پر سامنے آیا۔ آہ! آپ کے وصال باکمال نے ہمیں پریشان کر دیا، آپ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال نظر آتا ہے۔ آہ!.. چمنستان ہستی میں کیسے کیسے پھول کھلے، مشام زندگی کو تازہ کیا اور چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

دعا گو و دعا جو: احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ "خلیفۂ مجاز بریلی شریف"۔ مدیر اعلیٰ الحقیقہ۔ ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

## حضرت سید شمس الزماں غوثی چشتی علیہ الرحمہ

بفضلہ تعالیٰ آپ سید گھرانے کے نیک سیرت فرد تھے، آپ کا قیام دھاوا شریف ضلع غازی پور رہے، مقامِ افسوس ہے کہ آپ کا وصال پر ملال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے برادر کبیر، مفتیِ برطانیہ شمس العلما شیخ طریقت حضرت علامہ الشاہ سید محمد شمس الضحیٰ غوثی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ حضرت سے ہمیں شرفِ نیاز حاصل ہو چکا ہے، ماشاء اللہ تعالیٰ انتہائی بلند پایہ بزرگ اور علم و عمل کے پیکر ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ خاندانِ مصطفیٰ ﷺ کے فردِ فرید ہیں۔ آپ کا قیام بلیک برن، برطانیہ میں ہے۔

مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل مرحوم سید صاحب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان اور اعزہ و اقارب کو صبر جمیل کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

**از: مبارک حسین مصباحی**

# مکتوبات

## ماہ نامہ اشرفیہ کا اشاریہ اور جہانِ اشرفیہ کی ترتیب

بملاحظہ گرامی حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یاد آوری کا شکریہ۔ ماشاءاللہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کا پاک و ہند میں طوطی بول رہا ہے۔ اس کے بانی شیخ طریقت جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نیک نیتی اور خلوص کا نتیجہ ہے کہ آج الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فرزندان نے علمی، ادبی، تدریسی اور تحقیقی میدانوں میں مصباحی نسبت سے ایک دھوم مچائی ہوئی ہے۔ الحمد للہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور آج فکر رضا کا ایک ترجمان بن کر سامنے آیا ہے۔ اس کے فارغین دنیا بھر میں تبلیغ واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ اس کے ترجمان ”اشرفیہ“ نے سنی صحافت میں ایک انقلاب بپا کیا ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تاریخ و تحریک مرتب کرکے سامنے لائی جائے۔ اور اس کے اساتذہ کرام اور فارغین کا بھی ایک جامع تذکرہ مرتب کرکے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کے حوالے سے بھی ایک مقالہ لکھوا کر منصۂ شہود پر لایا جائے۔ ماہ نامہ ”اشرفیہ“ کا اشاریہ بھی مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ ماشاءاللہ، ماہ نامہ اشرفیہ کی کئی خصوصی اشاعتیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ ان پر بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو ایک ”جہان اشرفیہ“ آسانی سے ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ آپ کی ادارت میں ماہ نامہ ”اشرفیہ“ کے ”سیدین نمبر“ نے کافی شہرت حاصل کی ہے۔ ان شاءاللہ اس نمبر کے حوالے سے فقیر ایک مقالہ لکھ لکھنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ آپ نے فقیر کی تحریروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا یہ آپ کا حسنِ ظن ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بہرکیف یہ سعادت اور اعزاز ہے کہ فقیر کی تحریریں ”اشرفیہ“ میں شائع ہوں۔ ان شاءاللہ، آپ سے رابطہ باضابطہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی علمی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں شہرت عام بخشے۔۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

والسلام مع الاکرام: احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
”خلیفۂ مجاز بریلی شریف“ ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی
برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

## جواب

گرامی وقار شیخِ طریقت حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ....... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کرم فرمائی کا شکریہ، آپ نے اپنے مکتوب گرامی سے سرفراز فرمایا اور بھی متعدّد تحریریں عطا فرمائیں، ان سب نوازشوں کے لیے سراپا سپاس ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ کرم حقیر فقیر راقم اور جہانِ اہلِ سنت پر دراز فرمائے۔ آمین۔

آپ نے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے اشاریہ کے لیے حکم دیا، یہ آپ کی بے پایاں محبت اور نوازش ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند سال قبل ہمارے دو باصلاحیت قلم کاروں سے اس پر کام کیا ہے، حضرت مولانا مفتی ساجد رضا مصباحی دام ظلہ العالی اور محبِ گرامی وقار حضرت مولانا مفتی قطب الدین رضا مصباحی دام ظلہ العالی ۔ چند ماہ قبل حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی سے ہم نے عرض کیا تھا کہ آپ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ حضرات مزید توجہ فرمائیں گے تو باقی کام بھی مکمل ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ ان حضرات کا مرتب کردہ اشاریہ قسط وار ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہو چکا ہے، آپ نے دوسری بات ارشاد فرمائی ہے کہ فرزندانِ اشرفیہ کی زرین خدمات اور تصنیفات و تالیفات پر کام ہونا چاہیے، اس رخ پر بھی کسی قدر کام ہوا ہے، مزید دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اب مزید تندہی سے لگنا پڑے گا۔ ہم ہر ماہ وصا فرمانے والی شخصیات پر جو لکھتے رہے ہیں وہ ۴۸۰ ر صفحات پر مشتمل ”شہرِ خموشاں کے چراغ“ کے عنوان سے ایک کتاب منظرِ عام پر آچکی ہے، یہ کتاب نیٹ پر موجود ہے، آپ زیارت فرما سکتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن

بر کاتی مصباحی کی ۲۶۴ ر صفحات پر مشتمل "فرزندان اشرفیہ کی علمی و تصنیفی خدمات" ۲۰۱۸ء میں شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ "فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات" ۶۵۶ ر صفحات پر مشتمل ۲۰۱۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے مرتب ہیں حضرت مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی اور حضرت مولانا محمد فیضان سرور مصباحی، یہ کتابیں علمی دنیا میں پسند کی گئیں۔ مزید دعاؤں کی ضرورت ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ باقی باتیں بھی آپ سے ہو جائیں گی۔ والسلام مع الاکرام

طالب دعا
احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

## فکری و نظریاتی ہم آہنگی

محبتوں اور عقیدتوں سے لبریز پیغام اشرفیہ ساعت ہوا، آپ کی پیاری آواز سنی تو ایسے محسوس ہوا کہ شیخ طریقت جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا ایک فرحت بخش جھونکا آیا اور قلب و جگر کو حلاوت بخشش گیا، اللہ اللہ، یہ ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تصرفات جہاں زمین و زماں کے فاصلے بھی سمٹ کر رہ گئے، برھان شریف سے مبارک پور کا روحانی سفر ایک آن میں طے ہو گیا۔ فکری و نظریاتی ہم آہنگی ہو تو پھر یہ فاصلے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ نے فقیر کے بارے میں اپنی جن نیک خواہشات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس پر سراپا سپاس ہوں۔ اللہ کرے ہماری یہ خدمات بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بھی مقبول ہو جائیں۔ ان شاء اللہ مضامین و مقالات کا تبادلہ رہے گا۔

ماشاءاللہ، آپ خود بھی "مبارک" ہیں اور پھر ماہ بھی "مبارک" ہے۔ امید ہے کہ آپ ان مبارک ساعتوں میں اس ناچیز ہیچ مدان کو اپنی دعاؤں نگاہوں اور عطاؤں میں یاد رکھیں گے۔ ہاں حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بھی جا کر فقیر کا نیاز مندانہ سلام پہنچا دیں۔ اور میری طرف سے فاتحہ بھی پیش فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی علمی و تحقیقی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

## پیغامِ عید سعید

انسانی زندگی رواں دواں ہے، روز و شب تیزی سے گزر رہے ہیں۔۔ ماہ و سال نہایت برق رفتاری سے بیت رہے ہیں۔ انسانی زندگی میں کئی بار غمی و خوشی کے لمحات بھی آئے۔ انسانی زندگی میں جہاں خوشی کے چند لمحات آتے ہیں وہاں دکھوں اور غموں کے پہاڑ بھی سامنے آئے ہیں۔ آج پوری انسانیت دکھوں اور غموں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ انسانیت کی نہایت بے دردی سے قتل و غارت جاری ہے، انسانیت کی تذلیل تسلسل سے جاری ہے، ہر طرف آہ و بکا اور آہ و زاری ہے۔ اسلام اور بانی اسلام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں ایک گہری سازش کے تحت ہرزہ سرائی جاری ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف قادیانیوں کی حمایت میں تمام سیکولر اور لبرل قوتیں متحد ہو چکی ہیں۔ چین سے اٹھنے والی وباء کورونا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہماری مساجد بند کر دی گئی ہیں یا ان میں عبادات محدود کر دی گئی ہیں۔ ہماری خانقاہیں مقفل کر دی گئی ہیں۔ دوسری جانب بے حیائی اور عریانی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں۔ آہ اس بار ان حالات میں یہ عید سعید آئی۔ کہ۔ کوئی مسلمان ایک دوسرے سے معانقہ نہ کرے، مصافحہ نہ کرے۔ اللہ اللہ ان حالات میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کیسے "عید مبارک" کرے۔ کیسے خوشی کا اظہار کرے!!!.. ہر طرف اداسیوں کے سائے امنڈ لا رہے ہیں۔ اللہ جانے ہمیں حقیقی "خوشی" کب نصیب ہوگی۔۔ ہم اس "خوشی" کی تلاش میں ہیں۔ ہم اس "عید" کی تلاش میں ہیں۔ ہاں ہاں، ہماری عید اور خوشی اس دن ہوگی جب ہم ختم نبوت اور ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے تحفظ کے لئے یک جان اور یک زبان ہوں گے۔ جب ہم مظلوم اور نہتے انسانوں کی حمایت کر سکیں گے۔ جب ہم ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کر لیں گے۔ ہاں پھر ہم ایک دوسرے سے کہہ سکیں گے "عید مبارک ہو". اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ہمیں حقیقی خوشی اور عید کا موقع عطا فرمائے ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے، اور اسلام کو غلبہ و قوت عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ۔

دعا گو و دعا جو، گدائے کوئے مدینہ شریف: احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ "خلیفۂ مجاز بریلی شریف".. ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

# خیر و خبر

## شراب باعثِ شفا نہیں بلکہ مکمل بیماری

اس وقت دنیا میں کورونا وائرس بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے، اس سے سب سے زیادہ امریکہ، برطانیہ اور دیگر یوروپین ممالک اور عرب و عجم کے بھی کثیر ممالک اس سے متاثر ہیں، مذکورہ خیالات کا اظہار ماہ نامہ اشرفیہ کے چیف ایڈیٹر مولانا مبارک حسین مصباحی نے آج اپنی رہائش گاہ پر اخباری نمائندوں سے خصوصی بات چیت کے دوران کیا۔ مولانا موصوف نے مزید کہا کہ اس وقت ہندوستان میں کورونا کے مریضوں کی تعداد ۵۰/ ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے، لاک ڈاؤن کے باوجود مریض تیزی سے بڑھ رہے ہیں، اب تک اخباری رپورٹ کے مطابق سولہ سو چورانوے لوگوں کی موت ہو چکی ہے، جب کہ چودہ ہزار ایک سو تراسی لوگ صحت مند بھی ہوئے ہیں، مہاراشٹر میں کورونا مریضوں کی تعداد ۱۵/ ہزار سے آگے بڑھ چکی ہے، گجرات میں ۶۰۰۰ سے زیادہ تعداد مریضوں کی ہو چکی ہے۔ افسوس ناک پہلو ہمارے ملک کا یہ ہے کہ لاک ڈاؤن کے باوجود نہ جانے کن مقاصد کے پیشِ نظر شراب خانوں کو کھول دیا گیا، پہلے ہی دن پانچ تاریخ کو ۳۰۰/ کروڑ روپے کی شراب صرف اتر پردیش میں فروخت ہوئی اور یہ سلسلہ اسی تیزی کے ساتھ اس کے بعد بھی جاری ہے۔ ہم نے دہلی اسٹیٹ کا ایک صحافی کا شراب خانوں پر پہنچی بھیڑ سے انٹرویو دیکھا، ان میں ۷۰/ اور ۶۵/ سال کے بوڑھے بھی صبح ہی سے لائن لگائے ہوئے تھے، ایک نوجوان سے جب معلوم کیا کہ آپ نے شراب کی پوری پیٹی کیوں لی ہے تو اس نے جواب دیا کہ کل تو ہم ڈنڈے کھا کر چلے گئے تھے، اس لیے آج ہم نے زیادہ شراب خریدی۔

دیکھنے میں آیا کہ دیگر لوگ بھی کئی کئی پیٹیاں خرید رہے تھے اور بھیڑ میں ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے، جب کہ ہم نے دہلی ہی کے دوسرے مقام پر دیکھا کہ نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بھی لمبی لائنوں میں کھڑی ہیں۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ دہلی گورنمنٹ نے شراب کی قیمتوں پر ۷۰/ فیصد کا اضافہ کر دیا ہے اور اتر پردیش حکومت اور دیگر صوبوں میں بھی ٹیکس پر زبردست اضافے کیے ہیں۔

ہمارے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ شراب یا کوئی بھی نشہ آور چیز انسان کی صحت کے لیے اور دل و دماغ کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ حضور حافظ ملت فرماتے تھے، کام دین کا ہو دنیا کا، صحت بہر حال ضروری ہے۔ آج بعض لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ شراب کورونا وائرس کے لیے بھی مفید ہو سکتی ہے، حالاں کہ یہ تصور انتہائی باطل اور لاحاصل ہے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ سے آپ کے صحابی طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے شراب کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمایا، انھوں نے عرض کیا ہم تو اسے دوا کے لیے بناتے ہیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے، یہ تو خود بیماری ہے۔

بہر حال شراب انتہائی مضر ہے اور لاک ڈاؤن کے دور میں اس سے تمام دنیا کو پرہیز کرنا چاہیے۔ ہم خاص طور پر مسلمانوں سے عرض کریں گے کہ وہ شراب پینے اور پلانے سے شدت سے دور رہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا: "آلا حرمت الخمر" شراب حرام قرار دے دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے جیسے ہی مدینہ کی گلیوں میں یہ اعلان دہرایا تو وہ تمام مجلسیں جو شراب پینے کے لیے لگی ہوئی تھیں، سب نے اپنے اپنے جام و سبو انڈیل دیے اور جو بڑی مقدار میں شراب رکھی ہوئی تھی وہ بھی نالیوں میں بہا دی۔ نبی ﷺ کے دیوانوں کا عالم یہ تھا کہ وہ اپنے اپنے حلقوموں میں انگلیاں ڈال ڈال کر قے کر رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شراب کا کوئی قطرہ ہمارے بدن کے اندر رہ جائے۔

ہم ان حالات کے پس منظر میں اپنے نوجوان بھائیوں اور بزرگوں اور خواتین اسلام سے خاص طور پر گذارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے شراب نوشی اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والے تمام جرائم، زناکاری، بدکاری، بدکلامی، دنگا فساد، قتل اور غارت گری جیسی تمام برائیوں سے محفوظ رہیں۔ ......**از: رحمت اللہ مصباحی**

## ختم نبوت فورم کے ترجمان ماہ نامہ مجلہ "الخاتم ﷺ" کی اشاعت ثانیہ کا از سرِ نو اجرا

اس مجلہ کا مقصد وحید عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور ناموس رسالت مآب ﷺ کا تحفظ ہے۔ فتنۂ قادیانیت اور اس جیسے دیگر

فتنوں کا تعاقب بھی اس کے اغراض و مقاصد میں شامل ہے۔ یہ قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیاد میں جاری کیا گیا ہے۔ ہماری کوشش اور خواہش ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ماہ نامہ مجلہ "الخاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" انٹرنیشنل سطح پر مطلع صحافت پر طلوع ہو۔ اس کے لئے آپ جیسے اہل سنت کے درد مند قلمکار کے تعاون اور مشاورت کی ہمیں ضرورت ہے۔ آپ کا نام اس کی مجلسِ مشاورت میں شامل کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ آپ ضرور اپنی رضامندی ظاہر فرماکر ممنون فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے علم و قلم میں مزید جولانیاں اور روانیاں عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین ــــــ

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

"خلیفۂ مجاز بریلی شریف" مدیر اعلیٰ الحقیقہ ۔۔۔ ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

## فاخر جلال پوری پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض

"فاخر جلال پوری شخصیت اور کارنامے" کے عنوان پر شعبۂ اردو، کاشی ہندو یونیورسٹی (بنارس) نے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے، مقالہ نگار شہنواز خان ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ نظام آباد کے رہنے والے ہیں، یہ مقالہ ممتاز ناقد اور محقق ڈاکٹر یعقوب یاور صاحب کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ممتاز و منفرد لہجہ کے قادر الکلام شاعر حضرت فاخر جلال پوری گذشتہ ۱۶/ جون ۲۰۱۹ء کو رحلت فرما گئے، یہ اطلاع مرحوم کے صاحب زادے ڈاکٹر آفاق فاخری نے دی ہے۔ ڈاکٹر آفاق فاخری عصرِ حاضر میں نظم و نثر کے موجودہ منظر نامے میں اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر آفاق فاخری کی اب تک سات تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ (ادارہ)

## تین روزہ عرس سرکار کلاں و عرس شیخ اعظم علیہما الرحمہ

۲۴واں عرس سرکار کلاں و ۸واں عرس شیخ اعظم علیہما الرحمہ کا آغاز ۸/ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۴/ مارچ ۲۰۲۰ء بروز بدھ بعد نماز عصر پرچم کشائی و ترانہ اشرفی سے ہوا، بعد نماز مغرب حلقۂ ذکر، بعد نماز عشاء تقاریر علمائے کرام و تقسیم انعامات و تحائف کی تقریب منعقد ہوئی۔ ۹ رجب کو بعد نماز فجر قرآنی خوانی، جلوس چادر و گل پاشی مزار شریف، ۱۰ بجے دن منظوم خراج عقیدت بمقام مولانا احمد اشرف ہال، ۱ بجے دن قل و فاتحہ و تقسیم لنگر ہوا۔

قارئین! قرآن و حدیث ہمارے دین و مذہب کی اولین اساس و بنیاد ہیں۔ پھر ان میں کتاب الٰہی اصل اصول ہے اور احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی تفسیر ہے۔ سنت رسول ہماری رہنمائی ہر مقام پر کرتی ہے، خواہ وہ ذاتی زندگی کے آداب ہوں یا معاشرت، تجارت، عدلیہ، قانون، وصیت، وراثت، حلال و حرام، حدود، تعزیرات، حکومت و سیاست وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ سنت رسول کے بغیر ہم قرآن مجید کے احکام کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن و سنت ایک ہی منبع کی دو نہریں ہیں اور ان دونوں میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے، لیکن رکعتوں کی تعداد اور طریقہ نماز کا تعین سنت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں زکوٰۃ کا حکم ہے۔ لیکن شرحِ زکوٰۃ کا تعین سنت سے ہوتا ہے۔ ایسے دیگر عبادات کے تعلق سے قرآن کے احکام پر عمل کرنے کے لیئے حدیث سے مدد لینی پڑتی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمھارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔

قرآن و حدیث کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے بحمدہ تعالیٰ ہر سال کی طرح عرس سرکار کلاں و عرس شیخ اعظم کے پرنور موقع پر عالم اسلام کی عبقری شخصیت محمود المشائخ سفیر امن و محبت قائد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف و سرپرست اعلیٰ جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف کی زیر سرپرستی آل یوپی مسابقہ حفظ احادیث و مظاہرہ قراءت منعقد ہوا۔ مسابقہ حفظ احادیث کے لیے حکم کے فرائض حضرت مفتی معین الدین اشرفی شیخ الحدیث دارالعلوم بہار شاہ فیض آباد اور حضرت مفتی صدر الوریٰ مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ انجام دیے۔ جبکہ مظاہرہ قراءت کے حکم کی ذمہ داری حضرت قاری شعیب اشرفی و حضرت قاری لئیق اشرفی نے نبھائی۔

(باقی، ص: ۱۳۱/ پر)